یا اللہ مدد

لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ

حق چار یارؓ

مَنْ أَحْدَثَ فِیْ أمرِنَا هٰذَا مَا لَيْسَ مِنْهُ، فَهُوَ رَدٌّ. [الحدیث]

ذکر اور اعتکاف میں

مروجہ بدعات

یادگارِ اسلاف، شیخ الحدیث

حضرت مولانا محمد صدیق نور اللہ مرقدہ

شیخ الحدیث: جامعہ خیر المدارس ملتان



مقدمہ

سلطان العلماء حضرت مولانا

علامہ خالد محمود صاحب مدظلہ

دار الامین لاہور

0307-5687800

مَنْ أحْدَثَ فِیْ أمرِنَا هٰذَا مَا لَيْسَ مِنْهُ، فَهُوَ رَدٌّ.[الحدیث]

عن أبی هريرة عن النبیﷺ قال: لا تختصوا ليلة الجمعة بقيام من بين الليالی، ولا تختصوا يوم الجمعة بصيام من بين الأيام إلا أن يكون فی صوم يصوم أحدكم.[مسلم:۱/۳۶۱]

ومنها: التزام العبادات المعينة فی أوقات معينة لم يوجد لها ذلك التعيين فی الشريعة.[الاعتصام]

ذکرواعتکاف میں
مروجہ بدعات

یادگارِاسلاف،شیخ الحدیث

حضرت مولانا محمد صدیق رحمہ اللہ تعالیٰ

شیخ الحدیث: جامعہ خیرالمدارس ملتان

مقدمہ

سلطان العلماء حضرت مولانا علامہ خالد محمود صاحب مدظلہم

ناشر: دارالامین لاہور 0307-5687800

نام کتاب.................ذکراوراعتکاف میں مروجہ بدعات

تالیف.................شیخ الحدیث مولانا محمد صدیق رحمہ اللہ

صفحات..........................بہتر (۷۲)

تعداد..........................گیارہ سو (۱۱۰۰)

طبع سوم.........................۱۴۳۸ھ/2016ء

ناشر..............................دارالامین، لاہور 0307-5687800

ملنے کے پتے

جامعہ خیرالمدارس، ملتان 0332-6066149

جامعہ خلفائے راشدین، جھان سومرو، تحصیل شاہ کریم، ضلع ٹنڈو محمد خان، (حیدرآباد) سندھ

سٹاکسٹ: مکتبہ صفدریہ، ماڈل ٹاؤن بی، بہاول پور 0301-7790908

سٹاکسٹ: مولانا عبدالرؤف نعمانی، اچھرہ، لاہور 0321-4145543

مکتبہ قاسمیہ، مکتبہ سید احمد شہید، مکتبہ رحمانیہ، ادارہ تالیفاتِ ختم نبوت، اردو بازار لاہور

دفتر مجلّہ صفدر، مکان نمبر ۴، گلی نمبر ۸۲، محمود سٹریٹ، محلّہ سردار پورہ، اچھرہ، لاہور

مکتبہ اہل سنت، ۱۲/رسول پلازہ، امین پور بازار، فیصل آباد

حافظ عبدالوحید حنفی صاحب، مدنی مسجد، نیا محلّہ، چکوال

کشمیر بک ڈپو، جہلم روڈ چکوال

فہرست عنوانات

ضروری وضاحت

زیرنظرمضمون

(۱)......سنت اور بدعت کی بحث حضرت مولانا سرفراز خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ''راہ سنت'' سے۔

(۲)......احداث فی الدین اوراحداث للدین کا فرق حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ''شریعت وطریقت کا تلازم'' سے۔

(۳)......وسائل ومقاصد کا فرق حضرت مولانا خیر محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی املائی تقریر بخاری شریف سے۔

(۴)......اعتکاف کے حوالہ جات خلیفہ حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ جناب ڈاکٹر محمد اسماعیل میمن صاحب کی تالیف ''اکابر کا رمضان'' سے لیے گئے ہیں۔

(۵)......اور کچھ میری ذہنی کاوش ہے۔

نوٹ: ان حوالہ جات کے نقل کرنے میں بندہ نے ان کتابوں کے الفاظ کی پابندی نہیں کی۔ان مضامین کو اپنی عبارت میں لاتے ہوئے کہیں کہیں مزید وضاحت کردی ہے۔نیز اِس اشاعت میں بعض جگہوں پر ضرورت کے تحت اضافہ بھی کیا گیا ہے۔ (از:حضرت مؤلف رحمہ اللہ)

عرضِ ناشر

حضرت شیخ الحدیث رحمہ اللہ کے زیرنظر رسالے کی یہ غالباً تیسری طباعت ہے۔اس سے قبل دومرتبہ خوداُن کی حیات میں طبع ہو چکا ہے۔اِس رسالے کے کل تین حصے ہیں۔تسہیل کے لیے ہم نے تینوں کو الگ الگ باب کا نام دیدیا ہے۔اور اختتامی گفتگو کو ''خاتمہ'' کا۔اسی طرح ایک دومقامات پر حاشیہ کی ضرورت محسوس ہوئی تو اس کا اضافہ بھی کردیا ہے۔دورانِ مطالعہ یادرہے کہ رسالے کی ابواب میں تقسیم اور حاشیے ''ناشر'' کی طرف سے ہیں۔حضرت مؤلف رحمہ اللہ کی طرف سے نہیں۔

والسلام......ناشر

مقدمہ

ازحضرت مولانا علامہ ڈاکٹر خالد محمود صاحب پی ایچ ڈی لندن

الحمد لله وسلام علی عباده الذین اصطفیٰ. اما بعد!

اہل السنۃ والجماعۃ میں شروع سے ہی بدعت پر انکار چلا آرہا ہے کیونکہ سنت اور بدعت دو مقابلے کے لفظ ہیں۔اہل بدعت میں جو بدعات ان کا مسلکی شعار سمجھی جاتی ہیں ان کے بارے میں خوداُن کے مذہبی راہنما بھی عام کہتے سنے جاتے ہیں کہ ہر بدعت ضلالت نہیں یہ بدعات حسنہ ہیں۔جو ہمارے حلقوں میں پائی جاتی ہیں اوران پرہمیں علماء دیوبند ٹوکتے ہیں، اس پرعوام کی تقریباً آدھی تشویش ختم ہوجاتی ہے کہ ان کے بدعت ہونے سے کسی کوانکار نہیں۔اختلاف ہے تو صرف یہ کہ یہ بدعات حسنہ ہیں جیسا کہ اہل بدعت کہتے ہیں یا ان بدعات سے بھی بچنا چاہئے جیسا کہ حضرت امام ربانی مجددالف ثانی، شیخ احمد سرہندی ۱۰۳۴ھ قدس سرہ العزیز کہتے ہیں۔

''فقیر کے خیال میں سنت سنیہ کی متابعت کی جائے اور بدعت کے اسم ورسم (نام اور عمل) سے بھی اجتناب کیا جائے جب تک بدعت حسنہ سے بھی بدعت سیئہ کی طرح پرہیز نہ کریں تب تک اس دولت کی خوشبو دماغ تک نہیں پہنچتی۔آج کل یہ بات مشکل معلوم ہوتی ہے اور بدعت کو منع کہنے کا دم مارے اور سنت کے زندہ کرنے کا دعویٰ کرے۔'' [مکتوبات، دفتر۲]

''یہ فقیر بدعات میں کسی بدعت میں حسن اور نوازیت نہیں دیکھتا اوران میں ظلمت اور کدورت کے سوا کچھ محسوس نہیں کرتا اگرچہ آج مبتدعین کے عمل کو ضعف بصارت کے باعث طراوت وتازگی میں دیکھتے ہیں لیکن کل جب کہ بصیرت تیز ہوگی دیکھ لیں گے کہ اس کا نتیجہ خسارات وندامت کے سوا کچھ نہیں۔'' [دفتر اول، نمبر ۱۸۶]

ماضی میں عام رائج بدعات پر بہت کچھ لکھا جاچکا ہے۔

حضرت مولانا خلیل احمد محدث سہارنپوریؒ نے ''براہین قاطعہ'' میں مفتی اعظم دارالعلوم دیوبند حضرت مولانا محمد شفیعؒ نے اپنے رسالہ ''سنت وبدعت'' میں شیخ الحدیث مولانا سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ نے ''راہِ سنت'' میں اور حضرت مولانا سید فردوس شاہ صاحب قصوریؒ نے ''چراغ سنت'' میں ان بدعات پران کی اصولی حیثیت پراوران کے عملی پہلو پر تفصیل سے بحث کی ہے،لیکن ماضی قریب

میں ذکراوراعتکاف جیسی اعلیٰ عبادات کے گرد کچھ ایسے نئے اعمال بھی راہ پانے لگے ہیں کہ بدعت سے بچنے والے بعض حلقوں میں بھی ان کے اندھیرے پوری طرح محسوس نہیں کیے جارہے،اس کا ہمیں دل وجان سے افسوس ہے۔

عبادات میں اقرار توحید خالص۔خلوص نیت، رضا الٰہی اور جمعیت خاطر عبادت کی روح ہیں۔وسائل کی حد تک ان میں ہر ممکن رعایت روا ہے۔لیکن جب انہیں شریعت میں لایا جائے اور اذکار واعتکاف میں ان اختیار کردہ صورتوں کو فقہ کے ترازو میں نہ تولا جائے تو علمائے اہل سنت کا فرض ہو جاتا ہے کہ شریعت کے گرد حفاظت کا پہرہ دیں اور کسی ایسی چیز کو شریعت میں نہ آنے دیں جسے صحابہ کرام نے شریعت میں جگہ نہیں دی کیونکہ وہی دین میں اس امت کے روشن ستارے ہیں۔

اگر کسی شیخ نے اپنے مریدین کی اصلاح کے لیے اپنے تجربات کی روشنی میں کوئی ایسے اعمال تجویز کیے تو اسے صرف ایک علاج کہا جائے گا، اسے شرعیت کے خاکے میں جگہ نہ دی جائے گی۔ مسجدیں شریعت کے روشن مینار ہیں۔یہ مسلمانوں کے حلقہ وارانہ وظائف واوراد کی خانقاہیں نہیں۔تہجد کتنے اونچے درجے کی عبادت ہے لیکن مسجدوں میں اس کے لیے اذان نہیں دی جاتی نہ اس کے لیے تداعی کی اجازت ہے، اتفاقی طور پر وہاں جمع ہو جائیں تو وہ بے شک جماعت سے تہجد پڑھ سکتے ہیں[1]۔ اعتکاف میں بھی مسجدوں میں معتکفین کے اپنے اپنے پردے لٹکتے ہیں۔ان میں سوائے نمازوں اور تراویح کے کوئی اجتماعی عمل راہ نہیں پاسکتا۔مسجد میں درس وتقریر کے سامعین اپنے اپنے طور پر اسے سنیں تو یہ انکا کوئی اجتماعی عمل نہیں بنتا۔

استاذ العلماء حضرت مولانا محمد صدیق دامت برکاتہم شیخ الحدیث جامعہ خیر المدارس ملتان کی اس صورت حال پر شروع سے پوری نظر رہی ہے، آپ نے کتاب وسنت اور فقہ کی روشنی میں اس پر ایک مستقل تالیف فرمائی۔راقم الحروف اس سے خود بھی متمتع ہوا اور حضرت کے ارشاد پر یہ چند سطور بھی بطور مقدمہ لکھ دی ہیں۔رب العزت ان کی اس خدمت کو قبول فرمائے۔اس تالیف کو مقبول عام فرمائے اور ہر خاص وعام کو اس کا نفع پہنچے۔جامعہ خیر المدارس کی علمی خدمات میں یہ حضرت شیخ الحدیث کا ایک گرانقدر اضافہ ہے۔اور استاذ المحدثین حضرت مولانا خیر محمد جالندھری قدس اللہ سرہ العزیز کا ایک گرانقدر صدقہ جاریہ ہے۔ راقم الحروف خالد محمود عفا اللہ عنہ......حال مقیم مانچسٹر

---

[1] بشرطیکہ تعداد تین سے زیادہ نہ ہو۔[فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۱۷۲/۴] از:ناشر

بسم اللہ الرّحمٰن الرّحیم

باب اول......مقیاس السنۃ والبدعۃ

سنت کی تعریف: سنت رسول اللہ ﷺ کے اقوال وافعال اور تقریرات اور صحابہ کرامؓ کے اقوال وافعال کو کہا جاتا ہے۔

بدعت کی تعریف: دین میں کسی چیز کا اضافہ کرنا دین سمجھ کر یہ بدعت کہلاتا ہے۔

قال النبی ﷺ من احدث فی امرنا هذامالیس منه فهو رد. حضور ﷺ نے فرمایا ہمارے دین میں جس نے نئی بات گھڑلی وہ مردود ہے۔

حضور ﷺ نے فرمایا: **کل بدعة ضلالة.** نیز فرمایا: **ایّاکم والبدعة .**

یہاں پر سمجھنا چاہئے کہ ہر نئی چیز بدعت نہیں جب تک کہ اسے دین کا جزء نہ بنادیا جائے۔ دین میں کچھ مقاصد ہیں اور کچھ وسائل۔ وسائل کی تبدیلی یا ان میں اضافہ بدعت نہیں کہلاتا جب کہ مقاصد میں اضافہ یا ترمیم بدعت کہلاتا ہے۔اسی طرح مقصد کا حصول نئی چیز پر موقوف ہوجائے تو اس کو اپنایا جاتا ہے۔

تو اِحداث دو قسم پر ہوا: [۱]......إحداث للدین. [۲]......إحداث فی الدین

(۱)......احداث للدین: جوکہ دین کے مقاصد حاصل کرنے کے لیے موقوف علیہ ہے یعنی بدعت لغوی کہ نئی چیز کو دین میں داخل نہ کیا جائے۔

مثال نمبر۱:......دین میں درجہ احسان پیدا کرنا ضروری ہے۔علیٰ ہٰذا دِل میں خشیت یعنی اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا ڈر حاصل کرنا ضروری ہے۔

حضور ﷺ کے زمانے میں ایمان کے ساتھ حضور ﷺ کو دیکھ لینے سے از خود یہ مقامات پیدا ہوجاتے تھے جیسا کہ صحابہ کرامؓ میں یہ مقامات صحبتِ نبی کریم سے پیدا ہوجاتے تھے۔اور جیسے جیسے زمانہ حضور ﷺ سے دور ہوتا گیا یہ اثرات کم ہوتے گئے، پھر کچھ صالحین امت اپنے تجربات کی روشنی میں تزکیہ وتقویٰ کے ان ملکات کو پھر سے حاصل کرنے کے درپے ہوئے اورانہوں نے کچھ اذکارو

اشغال تجویز کیے اوران میں یہ دو اصول ہمیشہ کارفرما سمجھے گئے۔

۱......ان میں کوئی ایسا عمل نہ ہو جو کتاب وسنت اوران کے اصولوں کے خلاف ہو۔

۲...... یہ اَذکار و اَشغال انفرادی طور پر ہیں انہیں اجتماعی طور پر عمل میں نہ لایا جائے۔

جن مشائخ نے اپنے تجربات کی روشنی میں یہ اذکار واشغال تجویز کیے وہ خیر القرون کے فیض یافتہ تھے، اِس دورِ فتن اور دورِ اختلاف کے نہ تھے، نہ آپس میں اُن میں کوئی اعتقادی اختلاف تھا، پھر وہ اَذکار و اَشغال بھی کسی ایک وضع وصورت کے نہ رہے۔ جو حضرات تزکیہ قلب اور تقویٰ عمل کی روشنی رکھتے تھے وہ اپنے عقیدت مندوں کو ان کے حالات اور اپنے تجربات کی رو سے کچھ ذکر وفکر بتلاتے تھے۔ یہ اختلافات خود اس بات کی دلیل ہیں کہ وہ انہیں مقاصد میں سے نہ سمجھتے تھے صرف ذرائع میں سے سمجھتے تھے، ورنہ مختلف سلسلوں میں یہ اعمال تصوف مختلف نہ ہوتے۔ تزکیہ قلب کی اس محنت کے طالبین سب اس پر متفق تھے کہ ان اَذکار و اَشغال کا کوئی ایک خاکہ مقصد دین نہیں، یہ دینی زندگی بنانے اور تزکیہ کی دولت پانے کی صرف راہیں ہیں۔ انہیں شرعی بدعات نہیں کہا جاسکتا کیونکہ یہ احداث فی الدین نہیں احداث للدین ہے۔

مثال نمبر۲:......اعلائے کلمۃ اللہ۔ رفع ظلم اور رفع فساد مقاصد دین میں سے ہیں، انہیں حاصل کرنے کے لیے کبھی جہاد کی بھی ضرورت ہوتی ہے اور جہاد کبھی قتال کی صورت میں بھی پیش آتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں جو چیزیں آلاتِ قتال میں سے تھیں اَب اُن آلات قتال میں اور کئی نئی نئی چیزیں ایجاد ہو چکی ہیں۔ حصول مقاصد دین کے لیے اب ان نئی ایجاد شدہ چیزوں کو بھی استعمال کیا جاسکتا ہے، لیکن ان میں بھی کوئی ایسی چیز نہ ہو جس کی مار بہت سی بے قصور انسانی آبادیوں کو بھی اپنی لپیٹ میں لے لے۔ ایسے ہتھیار صرف دشمن قوموں کی جوابی کارروائی کے لیے بنائے جاسکتے ہے جو ترھبون بہ عدو اللہ وعدو کم کے ذیل میں شمار ہوں گے، انہیں بدعت نہ کہا جاسکے گا، کیونکہ یہ احداث فی الدین نہیں احداث للدین ہے۔

مثال نمبر۳:......حفاظتِ دین یعنی قرآن وحدیث وفقہ مقاصد میں سے ہیں ان کے حصول کے لیے زیادہ مدار حفظ پر تھا، جب قوت حفظ میں کچھ کمزوری کا احساس ہوا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ رضی اللہ عنہم کو اپنے ہاتھ سے مدد لینے (لکھنے) کی راہ سکھائی اور آپ کے درس حدیث کی مجالس

بھی بنیں حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص کہتے ہیں:

"بینما نحن حول رسول اللّٰہ (ﷺ) نکتب اذ سئل رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم ای المدینتین تفتح اولا قسطنینه او رومیه."[سنن دارمی:۸۵]

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اصحاب صفہ کا پہلا مدرسہ بنایا اور مسلمانوں میں نئی آبادیوں کی وسعت میں نئے حالات میں مدارس کے قیام اور انظامات میں مزید ترقی ہوتی گئی، آج کل کے دینی مدارس میں اگر بجلی کے پنکھے اور بجلی کے بلب دیکھے جاتے ہیں تو یہ انتظامات اور ذرائع کی ترقی ہے انہیں شرعی بدعات نہ کہا جائے گا۔ یہ احداث للدین ہے احداث فی الدین نہیں۔

اساتذہ اگر تعلیم دین کے ساتھ کوئی ذریعہ معاش بھی اختیار کریں تو اُن دنوں میں یہ کام ان کے لیے عار نہ ہوتا تھا، قدوری، حلوی اور بزاز وغیرھم من الفقہاء کا عمومی تعارف ان کے پیشوں سے ہوتا آیا ہے۔ یہ صحیح ہے کہ اُن پہلے دنوں میں اساتذہ کے لیے کوئی باقاعدہ تنخواہوں کا نظام نہ ہوتا تھا لیکن یہ امور بھی ہرگز کوئی مقصد دین نہ سمجھے جاتے تھے، یہ موجودہ صورت عمل مقاصد دین کے ذرائع میں سے ہے۔ اسی طرح ان کی تصنیف و تالیف کی کاوشیں بھی ذرائع میں سے ہیں، انہیں کسی طرح بھی شرعی بدعات نہیں کہا جا سکتا۔ یہ احداث للدین تو ہیں احداث فی الدین نہیں۔

دعوت و تبلیغ، اسلام میں مقاصد میں سے ہے، اس کے لیے پہلے صرف وعظ اور درسوں سے اسلام کی تعلیم دی جاتی تھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت سے پہلے طائف میں بھی دعوت کے لیے گئے۔ پھر جب مدینہ منورہ میں ایک سلطنت اسلامی قائم ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے درس حدیث کے حلقے بھی قائم کیے۔[سنن دارمی:۸۵/۱] پھر آپ نے صحابہ کو حدیث یاد رکھنے کے لیے اپنے ہاتھوں سے مدد دینے (یعنی لکھنے) کی بھی تلقین فرمائی، پھر صلح حدیبیہ کے بعد آپ نے مختلف سلطنتوں کے سربراہوں کو بھی اسلام کی طرف دعوت کے خطوط لکھے۔ یہیں سے اسلام میں دعوت کا کام شروع ہوا اور تحریر و تالیف کی تاریخ بھی یہیں سے چلی۔ سو اس بات میں کوئی وزن نہیں کہ عہد صحابہ میں کتابیں لکھنے کا طریق نہ تھا اور آج کل علماء جو کتابیں لکھتے ہیں یہ بدعت ہے۔ یہ بات ہرگز درست نہیں صرف تشغیب عوام ہے۔

مثال نمبر۴:......آبادیوں کے وسیع ہونے پر دُور دُور جا کر دین سے غافل رہنے والوں کو

دینی اعمال پر لانا، اس میں صرف انتظامات نئے ہیں، اور ظاہر ہے کہ یہ مقاصد میں سے نہیں ذرائع ہیں۔حضرت مولانا محمد الیاسؒ نے دعوت وتبلیغ کو صرف منتظم اور وسیع کیا ہے۔ باہمی اختلافات سے بچنے کے لیے چھ نمبروں پر مبنی تبلیغ شروع کی۔ یہ طریق کار مقصد کے حصول کے لیے ہے، مقاصد میں سے نہیں، لہٰذا یہ طریقہ بدعت نہ ہوگا احداث للدین ہے۔احداث فی الدین نہیں۔

حضرت مولانا محمد الیاس صاحب نے جب یہ انتظامات تجویز کیے تو اس وقت ہندوستان میں ایک بیرونی حکومت تھی اور وہ اس وقت مسلمانوں میں مذہبی اختلافات اُبھارنا چاہتی تھی اس وقت کا تقاضا تھا کہ دورافتادہ آبادیوں کے لیے دعوت اسلام کا کوئی ایسا خاکہ مرتب کیا جائے جس میں حتی الوقع کوئی بنیادی اختلاف نہ ہو۔ چھ نمبر محض اس مصلحت کے لیے منتخب کیے گئے تھے۔

تاہم اس وقت علماء حق دعوت کے پورے اسلامی تقاضوں سے غافل نہ تھے۔حکیم الامت حضرت مولانا تھانویؒ اپنے طرز پر، حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم رائے پوری اپنے طور پر، شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ اپنے طرز پر، امیر شریعت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ اپنے طرز پر اور شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علیؒ اپنے مزاج پر مسلمانوں میں تعلیم دین اور دعوت کا کام کر رہے تھے۔ مولانا محمد الیاسؒ نے ان میں سے کسی کے دینی کام سے اختلاف نہ کیا اور جو طریق عمل امت میں اس وقت قائم نہ تھا اسے نئے انتظامات سے قائم کیا۔ یہ بھی احداث للدین ہے احداث فی الدین نہیں۔

سواُن پر یہ اعتراض غلط ہے کہ انہوں نے دین کو چھ نمبروں میں محدود کیا ہے۔ یہ تب تھا کہ وہ دوسرے علماء کرام کے دین کے ان کاموں پر جو وہ کر رہے تھے کوئی اعتراض کرتے۔انہوں نے اپنے کام کو بے شک ایک نئی ترتیب دی لیکن علماء حق کے تعلیم دین اور دفاع اسلام کے کاموں سے کوئی اختلاف نہیں کیا۔

آج بھی تبلیغی حلقوں میں اگر کوئی علماء کرام کی دوسری دینی خدمات پر کسی پیرائے میں بھی کوئی جرح کرے تو تبلیغی کام کے اکابر اسے اس سے روکتے ہیں، جو پھر بھی نہ رکے تو اسے جماعتی کارکن تسلیم نہیں کیا جاتا، سو تبلیغ کے اس کام کو کسی طرح بدعت نہیں کہا جا سکتا۔علماء حق عوام کو صرف امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے کام پر نہیں لگاتے وہ دفاع اسلام کی پوری ذمہ داریوں کو سمجھتے ہیں۔اور اس میں وہ اس حدیث کے تقاضوں سے کبھی غافل نہیں رہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **انـــــه**

سیکون فی آخر ھٰذہ الامۃ قوم لھم مثل اجراولھم یأمرون بالمعروف وینھون عن المنکر ویقاتلون اھل الفتن. [مشکوٰۃ:۵۸۴]

اس آخری جملے کی شرح یہ کی گئی ہے: **یقاتلون بأیدیھم أو بألسنتھم أھل الفتن أی من البغاۃ والخوارج والروافض وسائر أھل البدع.**

ہاں دین میں جو کام صرف مستحب درجے کے ہیں انہیں عوام میں اسی درجے میں شہرت دی جائے، اگر نہیں اس طرح لازم کیا جائے کہ یہ فرض وواجب کے درجے میں ہیں تو علماءِ حق اس پر خاموش نہیں رہتے۔علماء اور مدارس کے حلقوں میں دینی قیادت ہمیشہ علماء کی ہوتی ہے ظاہر ہے کہ اس صورت میں تبلیغی جماعت کے کام کو بدعت نہیں کہا جا سکتا۔نہ ان کا یہ طریق عمل دین کے مقاصد میں سے ہے۔ یہ صرف مقصد دین تک پہنچنے کے مختلف ذرائع ہیں۔ظاہر ہے کہ راہ کی تبدیلی سے منزل کبھی مختلف نہیں ہو جاتی۔

مثال نمبر۵:......سترِ عورت مقاصد سے ہے،اس کے لیے کپڑا پہننا ضروری ہے،تغیّر زمان کی وجہ سے کپڑے کی صنعت میں ترقی ہوئی تو ہر قسم کا کپڑا پہن سکتا ہے،اس میں شرط ہے کہ شارع نے اس کے پہننے پر پابندی نہ لگائی ہو مثلاً مرد ریشم کا کپڑا نہیں پہن سکتا اور ایسے ہی وہ لباس جس سے تشبہ بالکفار ہو وہ ناجائز ہوگا۔[1]

حاصل یہ کہ وسائل کی تبدیلی جائز ہے بشرطیکہ شارع نے اسے ممنوع قرار نہ دیا ہو۔

دعوت وتبلیغ مقاصد سے ہیں،البتہ اس کے وسائل تبدیل ہو سکتے ہیں،ممنوع طریق سے مثلاً تصویر کے ذریعے اشاعت اور شعارِ کفار کے مشابہ طریق اختیار نہیں کیے جا سکتے،اسی طرح نماز کی طرف بلانے کے لیے جو طریقے حضور ﷺ اور صحابہ کرامؓ کے مشورہ میں آئے ان کو رد کر دیا گیا تشبہ بالکفار کی وجہ سے،آخر کار اذان مشروع ہوئی۔

(۲)......احداث فی الدین: یعنی بدعتِ شرعی کہ ہر نیا قول یا فعل جس کو دین میں داخل کیا گیا ہو اور اس کی اصل دین میں ثابت نہ ہو۔

قال النبی ﷺ: من أحدث فی أمرنا ھٰذا فھو رد. حضور ﷺ نے فرمایا: ہمارے دین میں جس نے نئی بات گھڑ لی وہ مردود ہے۔ [بخاری شریف:۱/۳۷۱......مسلم شریف:۲/۷۷

[1] یا جس میں اعضائے مستورہ کی بناوٹ ظاہر ہو، وہ بھی ممنوع ہوگا۔ناشر

......ابوداؤد شریف:۲/۲۷۹......ابن ماجہ:۳]

علامہ ابن رجب حنبلیؒ لکھتے ہیں:

کل من أحدث فی الدین ما لم یاذن به الله ورسوله فلیس من الدین شی.

[جامع العلوم والحکم، طبع مصر، بحوالہ راہ سنت:۷۳] جس نے دین میں کوئی ایسی چیز ایجاد کی جس کی اجازت اللہ اور اس کے رسول نے نہیں دی تو اس کا دین سے کوئی تعلق نہیں۔

اس سے معلوم ہوا کہ ہر احداث مردود نہیں ہے بلکہ جو احداث فی الدین ہو وہ مردود ہے چنانچہ بعض روایات میں ہے: **من أحدث فی دیننا ما لیس منه فهو رد.**

علامہ ابن حجرؒ **فی أمرنا هٰذا** کی شرح میں لکھتے ہیں:

والمراد أمر الدین. [فتح الباری:۵/۳۲۱] مراد یہ ہے کہ دین میں غیر دین کو شامل کر لیا جائے۔

علامہ تفتازانی لکھتے ہیں:

إن المراد بذلک أن یجعل فی الدین مالیس منه. [شرح مقاصد:۲/۲۷۱] کہ اس سے مراد یہ ہے کہ دین میں ایسی چیز کو شامل کردے جو اس سے نہیں ہے۔

مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ لکھتے ہیں: مراد اَمرِ دین ہے۔[بذل المجهود:۵/۱۹۵]

علامہ عثمانیؒ لکھتے ہیں

والمرد بالأمر، الدین کما صرحوا به.[فتح الملهم:۱/۴۰۷]

مولانا شبیر احمد عثمانیؒ لکھتے ہیں کہ:

''بدعت کہتے ہیں ایسا کام کرنا جس کی اصل کتاب وسنت اور قرون مشهود لها بالخیر میں نہ ہو اور اس کو دین اور ثواب سمجھ کر کیا جائے۔'' [حمائل شریف:۷۰۲]

مفتی کفایت اللہؒ لکھتے ہیں:

''بدعت ان چیزوں کو کہتے ہیں جن کی اصل شریعت سے ثابت نہ ہو یعنی قرآن مجید، حدیث شریف سے اس کا ثبوت نہ ملے اور صحابہ کرامؓ اور تابعین اور تبع تابعین کے زمانہ میں اس کا وجود نہ ہو اور اسے دین کا کام سمجھ کر کیا جائے یا چھوڑا جائے۔'' [تعلیم الاسلام، حصہ چہارم:۲۷]

حضرت مولانا کریم بخشؒ (المتوفی ۱۳۶۵ھ) لکھتے ہیں:

''اصطلاح شریعت میں بدعت ہروہ فعلِ دین ہے جس کو قرون ثلاثہ کی اکثریت نے قبول نہ کیا ہو، یا ان پاک زمانوں میں اس کو خلافِ دین کہا گیا ہو یا خود ان زمانوں کے بعد پیدا ہوا ہو جس میں عقیدہ غیر ضروری کو ضروری سمجھا جائے اور ضروری کو غیر ضروری۔'' [حقیقۃ الایمان:۳۸]

قرون مشہود لھا بالخیر:

قرون مشہود لھا بالخیر یعنی قرون ثلاثہ کو سمجھنے کے لیے معلوم ہونا چاہئے کہ اصول شرع چار ہیں: ۱۔قرآن مجید ۲۔سنت رسول اللہ ﷺ ۳۔اجماع امت ۴۔قیاسِ مجتہد

اہل السنّت والجماعت ان چاروں دلائل شرعیہ کے قائل ہیں۔

۱......قرآن پاک کی حقانیت وحجیت کی قطعیت مسلمہ امر ہے، سارا قرآن اس کی دلیل ہے۔

۲......سنت رسول بھی دلائل شرعیہ سے ثابت ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

۱۔**اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول.** اطاعت کرو تم اللہ کی اور اطاعت کرو تم رسول کی۔

۲۔**قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی ..** آپ فرما دیجئے اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو تم میری اتباع کرو!

حضور ﷺ نے فرمایا:

۳۔**فمن رغب عن سنتی فلیس منی.** [بخاری شریف:۲/۷۵۷] پس جس نے میری سنت سے اعراض کیا وہ مجھ سے نہیں۔

۴۔**یا أیھا الناس قد ترکت فیکم ما ان اعتصمتم بہ فلن تضلوا ابدا کتاب اللہ وسنۃ نبیہ** ﷺ. [مستدرک حاکم:۱/۹۳] اے لوگو میں تم میں دو چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں اگر تم ان کو مضبوطی سے پکڑے رکھو گے تو ہرگز گمراہ نہ ہوگے (ایک) اللہ کی کتاب اور (دوسرا) اس کے نبی کا طریقہ۔

۵۔**فعلیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین المھدیین، عضوا علیھا بالنواجذ، وإیّاکم ومحدثات الأمور فإن کل محدثۃ بدعۃ.** [مستدرک حاکم:۱/۹۶] پس تم لازم پکڑو میری سنت کو اور میرے ہدایت یافتہ خلفاء راشدین کی سنت کو، مضبوطی سے پکڑو داڑھوں کے ساتھ اور بچو تم دین میں نئی نئی باتیں ایجاد کرنے سے کیونکہ ہر نئی بات بدعت ہے۔

اجماعِ صحابہ حجت ہے:

حضور ﷺ نے فرمایا:

إن بني إسرائيل تفرقت علىٰ ثنتين وسبعين ملة، وتفترق أمتي علىٰ ثلاث وسبعين ملة، كلهم في النار، إلا ملة واحدة، قالوا: من هي يا رسول الله ﷺ؟ قال ما أنا عليه وأصحابي. [مشکوٰۃ شریف: ۳۰/۱] بے شک بنی اسرائیل میں بہتر (۷۲) فرقے بنے اور میری امت بٹ جائے گی تہتر (۷۳) حصوں میں، سارے کے سارے آگ میں ہوں گے سوائے ایک فرقہ کے، صحابہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! وہ کون ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: وہ لوگ جو میرے اور میرے صحابہ کے طریقہ پر ہوں گے۔

حضور ﷺ نے اس امت کے متعلق فرمایا: **انتم شهداء الله في الأرض.** [متفق علیہ] تم اللہ کے گواہ ہو زمین میں۔

اس حدیث سے امام حاکمؒ نے اجماع کی حجیت پر استدلال کیا ہے اور فرمایا:

يستدل على الحجة بالإجماع. [مستدرک حاکم: ۱۲۰/۱] اس سے اجماع کی حجیت پر استدلال کیا جاتا ہے۔

علامہ شمس الدین ذہبیؒ نے فرمایا:

تستدل به علىٰ أن الإجماع حجة. استدلال کیا جاتا ہے اس بات پر کہ اجماع حجت ہے۔

حضرت ملا علی قاریؒ نے **إن الله لا يجمع أمتي علىٰ ضلالة** کی شرح میں لکھا ہے:

في الحديث دليل علىٰ حقيّة الإجماع. [مرقاۃ: ۳۰/۱] حدیث میں دلیل ہے اس بات پر کہ اجماع حق ہے۔

علامہ بزدوی حنفیؒ تحریر فرماتے ہیں:

فصار الإجماع كاٰية من الكتاب وحديث متواتر في وجوب العمل والعلم فيكفر جاحده في الأصل. [اصول بزدوی: ۲۶۱/۲] پس اجماع کتاب اللہ کی آیت اور حدیث متواتر کی طرح ہو گیا عمل اور عقیدہ کے واجب ہونے میں پس اس کا منکر کافر قرار دیا جائے گا۔

علامہ ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں:

والإجماع أعظم الحجة. [الحجة:٦٢] اوراجماع بہت بڑی دلیل ہے۔

خیرالقرون کا تعامل بھی حجت ہے:

عن ابن مسعودؓ عن النبی ﷺ قال: خیرالناس قرنی، ثم الذین یلونهم، ثم الذین یلونهم، ثم یجیٔ أقوام تسبق شهادة أحدهم یمینه ویمینه شهادته. [بخاری شریف:۱/۳۶۲...... مسلم شریف:۱/۲۰۹] حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ: بہترین لوگ میرے زمانے کے ہیں، پھر وہ لوگ جو ان سے ملے ہوں گے، پھر وہ لوگ جو ان سے ملے ہوں گے، پھر ایسے لوگ آئیں گے کہ ان کی گواہی بڑھ جائے گی ان کی قسم سے اور ان کی قسم ان کی گواہی سے۔

عن عمران بن حصین قال رسول اللہ ﷺ: خیرالناس قرنی، ثم الذین یلونهم، ثم الذین یلونهم. حضرت عمران بن حصینؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بہترین لوگ میرے زمانے کے ہیں پھر وہ لوگ جو ان سے ملے ہوں گے پھر وہ لوگ جو ان سے ملے ہوں گے۔

حضرت عائشہؓ روایت کرتی ہیں:

سأل رجل النبی ﷺ أی الناس خیر؟ قال القرن الذی أنا فیه، ثم الثانی، ثم الثالث. [مسلم شریف:۲/۳۱۰] ایک صحابیؓ نے نبی کریم ﷺ سے سوال کیا کون سے لوگ بہترین ہیں؟ فرمایا: اس زمانہ کے لوگ جس میں میں ہوں، پھر دوسرے زمانہ کے لوگ، پھر تیسرے زمانہ کے لوگ۔

علامہ نوویؒ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

والصحیح ان قرنه ﷺ الصحابة والثانی التابعون والثالث تابعوهم. [شرح مسلم شریف:۲/۳۰۹] اور صحیح یہ ہے کہ آپ ﷺ کے زمانہ کے لوگ صحابہ کرامؓ ہیں اور دوسرے زمانہ کے لوگ ان کی اتباع کرنے والے (یعنی تابعین) ہیں اور تیسرے زمانہ کے لوگ ان کی اتباع کرنے والے (یعنی تبع تابعین) ہیں۔

خلاصہ بحث:

خیرالقرون تین ہیں، انہی کو قرون ثلاثہ، قرون مشھود لھا بالخیر کہا جاتا ہے، ان کا تعامل حجت

ہے، ان کا دور ۲۲۰ھ تک رہا ہے۔ یہی وہ حضرات ہیں جن کے نقش قدم پر چل کر ہمیں کامیابی نصیب ہوسکتی ہے، یہی امتِ مرحومہ کا بہترین گروہ ہے۔

ضروری وضاحت:

......خیرالقرون کا مصداق زمانہ نہیں بلکہ اہل زمانہ یعنی لوگوں کی جماعت ہے۔

......لغت کی مشہور کتاب مجمع بحار الانوار میں قرن کا معنی أهل كل زمان کیا ہے۔

......قرن کا معنی امت کا ہے، اس سے مراد صحابہ کرامؓ اور وہ لوگ ہیں جنہوں نے صحابہ کی اتباع کی اور پھر وہ لوگ ہیں جنہوں نے تابعین کی اتباع کی۔

......قرنِ اول سے مراد صحابہ کرامؓ اور قرنِ ثانی سے مراد تابعین اور قرنِ ثالث سے مراد تبع تابعین کے پاک نفوس اور برگزیدہ ہستیاں ہیں

......قرن بمعنی جماعت قرآن پاک میں بھی مستعمل ہے۔

وقد خلت القرون من قبلي. [پارہ:۲۶، سورۃ احقاف آیت:۱۷] اور گزر چکی ہیں بہت جماعتیں مجھ سے پہلے۔

ولكنا انشأنا قرونا. [پارہ:۲۰، سورۃ القصص آیت:۴۵] لیکن ہم نے پیدا کی کیں جماعتیں۔

ثم انشأنامن بعدهم قرونا اٰخرين ۔[پارہ:۱۸، سورۃ المؤمنون آیت ۴۲] پھر پیدا کیں ہم نے ان سے پیچھے اور جماعتیں۔

چوتھی دلیل شرعی قیاس ہے:

کتاب وسنت کے قوانین کو لازمی اور قابل عمل جاننے والوں کو حق حاصل ہے کہ وہ اپنے اجتہاد اور تفقہ سے کام لیں اور کتاب وسنت کی روشنی میں ضروری اور ہنگامی قانون بنائیں، اس کو فقہ اور قیاس کہتے ہیں، لیکن ہر کس وناکس اجتہاد نہیں کرسکتا بلکہ اس کے لیے شرائط ہیں کہ علومِ عربیہ سے واقفیت تامہ رکھتا ہو اور قرآن کے احکام کی آیات اور حدیث کے احکام کی آیات بیک وقت مستحضر ہوں تاکہ خلافِ نص اجتہاد نہ کرے اور مجتہد مصیب بھی ہوسکتا ہے اور مخطی بھی۔ لیکن صاحبِ اجتہاد نے اپنی پوری طاقت اور وسعت صرف کی اور نفس کی آمیزش سے صاف اہل تقویٰ ہوکر اجتہاد کیا اور کوئی غلطی ہوگئی تو اس پر کوئی گناہ نہیں ہے بلکہ عنداللہ ماجور ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓاور حضرت ابو ہریرۃؓ سے روایت ہے:

قال رسول الله: إذا حكم الحاكم فاجتهد و أصاب، فله أجران، وإذاحكم الحاكم فاجتهد وأخطأ، فله أجر واحد. بخاری شریف:۱۰۹۲/۲]رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب حاکم فیصلہ کرے پس اجتھاد کرے اور درست فیصلہ کرے تو اس کے لیے دو اجر ہیں، اور جب حاکم فیصلہ کرے پس اجتھاد کرے اور درستگی کو نہ پہنچے تو اس کے لیے ایک اجر ہے۔

حضرت معاذ بن جبلؓ کی روایت ہے، آنحضرت ﷺ نے انہیں یمن کی طرف حاکم بنا کر بھیجا تو حضرت معاذؓ سے فرمایا:

كيف تقضى إذا عرض لك قضاء؟ قال: أقضى بكتاب الله، قال: فإن لم تجد فى كتاب الله؟ قال: فبسنة رسول الله ﷺ، قال: فإن لم تجد فى سنة رسول الله ﷺ؟ قال: أجتهد برأى ولا آلو، قال: فضرب رسول الله ﷺ علىٰ صدره، وقال: الحمد لله الذى وفق رسولَ رسولِ الله ﷺ لمايرضى به رسول الله. [رواہ ابوداوٗدوالترمذی۔مشکوٰۃ شریف:۳۲۴/۲] تو کیسے فیصلہ کرے گا جب تیرے سامنے کوئی فیصلہ پیش ہو گا؟ تو انہوں نے عرض کیا: میں کتاب اللہ کے ساتھ فیصلہ کروں گا۔حضور ﷺ نے فرمایا: اگر تو کتاب اللہ میں نہ پائے تو؟ انہوں نے عرض کیا: پھر آپ کی سنت کے ساتھ، حضور ﷺ نے فرمایا: اگر تو اللہ کے رسول ﷺ کی سنت میں نہ پائے تو؟ انہوں نے عرض کیا: میں اپنی رائے سے اجتھاد کروں گا، اور میں کوتاہی نہیں کروں گا۔فرمایا(راوی نے[ناشر]): پس تھپکی دی رسول اللہ ﷺ نے حضرت معاذؓ کے سینہ پر اور فرمایا تمام تعریفیں اس اللہ کے لیے ہیں جس نے رسول اللہ کے قاصد کو اس چیز کی توفیق دی جس کو اللہ کا رسول پسند کرتا ہے۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ کے پاس کوئی مقدمہ آتا تو کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ میں تلاش کرتے ورنہ اجتہاد کرتے۔

إن أبابكر إذا نزلت به قضية لم يجد لها فى كتاب الله أصلا ولا فى سنة أثرا، فقال أجتهد برأيى، فإن يكن صواباً فمن الله، وإن يكن خطأ فمنى واستغفر الله. [طبقات ابن سعد:۱۳۶/۳] (حضرت) ابوبکرؓ کے سامنے جب کوئی ایسا فیصلہ آتا اور

اس کا حکم کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ میں نہ پاتے تو فرماتے میں اپنی رائے سے اجتہاد کرتا ہوں پس اگر وہ درست ہے تو اللہ کی طرف سے اور اگر وہ نادرست ہے (تو) میری طرف سے ہے پس میں اللہ سے استغفار کرتا ہوں۔

حضرت عمرؓ نے مشہور تابعی قاضی شریح کو خط لکھا، اس میں کتاب وسنت اور اجماع کے بعد خاص طور پر اجتہاد کا ذکر ہے۔[مسند دارمی:۳۴]

حضرت ابن مسعودؓ بھی اجماع کے بعد قیاس اور اجتہاد سے حکم دیتے تھے۔[دارمی:۳۴]

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا معمول تھا کہ جب کتاب وسنت کے بعد حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ سے کوئی ثبوت نہ مل سکتا تو کہتے: **أقول فيه برأيي.** [مسند دارمی:۲۳]

الغرض جمہور اہل اسلام قیاس شرعی کو صحیح اور حجت تسلیم کرتے ہیں۔ چنانچہ نواب صدیق حسن خان صاحب لکھتے ہیں: ''جمہور از صحابہؓ وتابعین وفقہاء بآں رفتہ کہ اصلی از اصول شریعت است استدلال میرود بداں براحکام واردہ بسمع ظاہریہ انکارش کردہ اند۔'' [افادہ الشیوخ:۱۲۲]

قیاس پر اعتراضات:

اعتراض نمبر۱: ایک غیر نبی کو یہ مقام کیسے حاصل ہوسکتا ہے کہ وہ دین کی باتوں میں دخل دے؟

جواب: موجبِ حکم دراصل حکمِ مجتہد یا قیاسِ قائس نہیں بلکہ درحقیقت اصل موجب قرآن وحدیث ہے، مجتہد کا کام صرف اتنا ہے کہ وہ جزئی جو کہ قرآن وحدیث سے صراحتاً ثابت نہیں اس کو کسی علت جامعہ کی وجہ سے دلیل شرعی سے جوڑ دیتا ہے۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ قیاس مثبتِ احکام نہیں بلکہ مظہر احکام ہے کہ قرآن وحدیث کے مخفی احکام کو مجتہد اجتہاد سے ظاہر کر دیتا ہے۔

أما القياس الشرعي: فهو إلحاق الحكم الواجب لشئ ما بالشرع بالشئ الذى أوجب الشرع له ذلك الحكم لعلة جامعة بينهما. بہرحال قیاسِ شرعی وہ کسی چیز کے حکم واجب کو ملانا ہے شریعت میں ایسی چیز کے ساتھ جس کے لئے شریعت نے کوئی حکم واجب کیا ہو کسی ایسی علت کی وجہ سے جو ان کے درمیان مشترک ہو۔

جب انسان کو کوئی مسئلہ قرآن وحدیث سے صراحۃً نہیں ملتا تو وہ قرآن وحدیث میں اجتہاد کرتا ہے، وہ اجتہاد قرآن وحدیث سے الگ نہیں کہلاتا۔[بداية المجتهد:۳/۱]

اسی طرح کسی صحابی کا قول جو اجتہاد اور استنباط کی قسم سے ہو اس کو قرآن وحدیث سے الگ نہ سمجھنا چاہئے۔

اعتراض نمبر۲: **قیاس بدعت ہے؟**

جواب: قیاس واجتہاد قرآن وحدیث سے ثابت ہے، الگ کوئی چیز نہیں بلکہ غیر منصوص کی کڑی کو منصوص سے ملا دیا جاتا ہے۔ یہ ایک شرعی حجۃ ہے، قیاس واجتہاد سے نہ تو دین میں خلل واقع ہوتا ہے نہ اضافہ، اس لیے اس پر بدعت کا اطلاق ہرگز درست نہیں ہے۔

اعتراض نمبر۳: **نعوذ باللہ قیاس ابلیس کی سنت ہے:** أول من قاس إبليس ؟

جواب: قیاس ابلیس پر مجتہدین کے قیاس کو قیاس کرنا بھی تو قیاس ہے، جب قیاس حجۃ نہیں تو تم قیاسِ مجتہدین کو ابلیس کے قیاس پر کیوں قیاس کرتے ہو؟ جب کہ آپ کا یہ قیاس بھی قیاس مع الفارق ہے، قیاسِ ابلیس معارض نص تھا اور قیاسِ مجتہدین مظہر نص ہوتا ہے۔

حضرت مجدد الف ثانیؒ فرماتے ہیں:

وأما القياس والاجتهاد: فليس من البدعة في شئ، فانه مظهر لمعنى النصوص لا مثبت أمر زائد. [مکتوبات:۳/۷۴] بہرحال قیاس اور اجتہاد کسی بھی چیز میں بدعت نہیں ہیں کیونکہ بیشک یہ ظاہر کرنے والے ہیں ایسے معنی کو جو نص میں پایا جاتا ہے نہ کہ امرِ زائد کو ثابت کرنے والے ہیں۔

دوسری جگہ لکھتے ہیں:

علماء مجتہدین اظہار احکام دین فرمودہ اند نہ احداث مالیس منہ پس احکام اجتہادیہ از امور محدثہ نہ باشند بلکہ از اصول دین بودند۔ [مکتوبات حصہ چہارم مکتوب نمبر ۲۶۰] علماء مجتہدین نے احکام دین کا اظہار کیا ہے نہ کہ ایسی چیز کو پیدا کیا ہے جو کہ اس سے نہیں پس احکام اجتہادیہ امورِ محدثہ سے نہ ہوں گے بلکہ اُصولِ دین سے شمار کیے جائیں گے۔

خلاصہ بحث:

سابقہ دلائل کو پیش نظر رکھتے ہوئے یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہوگئی کہ دلائل وبراہین کی اصولی چار قسمیں ہیں: ۱۔کتاب اللہ ۲۔سنت رسول ۳۔اجماع ۴۔قیاس مجتہدین۔

......یہ بھی ثابت ہو چکا کہ قیاس بھی حجۃ شرعی ہے، بدعت نہیں۔

......جب قیاس اوراجتہاد صحیح ہے تو پھر کسی مجتہد کی تقلید کرنا کیسے بدعت ہوگا۔

......قیاس دلیل شرعی وہ قیاس ہوگا جو اَدلہ ثلاثہ: کتاب، سنت، اجماع سے مستنبط ہو، علت منصوصہ کے ذریعہ قیاس قطعی ہوگا، ورنہ خبر واحد کی طرح ظنی ہوگا۔

......علیٰ ہٰذا تعامل الناس ملحق بالاجماع اور قول صحابی اگر مدرک بالقیاس نہیں تو ملحق بالسنۃ ہوگا۔ جو غیر مدرک بالقیاس ہو وہ اجتہاد ہوگا۔ ایسے ہی دلیل استحسانی ملحق بالقیاس ہوگی۔ اور قیاس جو ان اُصولِ ثلاثہ سے معارض ہو جائے تو وہ حجۃ نہ ہوگا، اس لیے کہ قیاس کا دلیل شرعی ہونا ان تینوں کے تابع ہے۔

......اب ثابت ہوا کہ دلائل شرع میں تعامل خیر القرون بھی اجماع کی طرح شامل ہے، ہمیں اپنے ہر قول اور فعل کو دلائل کی کسوٹی پر پرکھنا ہوگا جو ان کے موافق ہو وہ حق ہے اور اسی میں نجات وفلاح ہے اور جو ان سے ٹکرائے یا اس کا ثبوت ان سے نہ ہو سکے وہ باطل اور مردود ہے۔

......جن مسائل میں حضرات فقہاء کرام نے اجتہاد وقیاس کیا ہے ان کے اصول وضوابط حضور ﷺ، صحابہ کرامؓ، تابعین اور تبع تابعین یعنی خیر القرون میں موجود تھے مگر ان کے دواعی اور اسباب اس زمانہ میں رونما نہ ہوئے تھے، جب ان مسائل کے اسباب ومحرکات مجتہدین کے زمانے میں رونما ہوئے تو اجتہاد وقیاس کی ضرورت محسوس ہوئی، انہوں نے اپنے اپنے قیاس سے ان اسباب ومحرکات کو نصوصِ شرعیہ سے جوڑ دیا اور جزئیات کو کلیات میں داخل کر دیا۔

بدعت کی معرفت کے اصول

اصول نمبر ا:

اگر اسباب اور محرکات خیر القرون میں موجود تھے تو ان کو خیر القرون میں جس طریقہ پر کیا گیا اُسی طریقہ کو شریعت سمجھا جائے گا۔ اور ان محرکات واسباب پر، جو خیر القرون میں تھے، اضافہ بے دینی، جہالت اور بدعت سمجھا جائے گا۔

چند مثالیں:

......حضور ﷺ کی ولادت باسعادت یہ ایک سبب خیر القرون میں موجود تھا لیکن قبل نبوت

اور بعد از نبوت باسٹھ (۶۲) سال گذارے اور صحابہ کرام جو کہ آپ ﷺ کے سچے عاشق تھے لیکن کسی نے یوم ولادت نہیں منایا تو جب محرک اور سبب موجود تھا اس کے باوجود عرس یا میلاد نہ منانا جب خیر القرون سے ثابت نہیں ہے تو یہ دن منانا بدعت ہوگا۔

......حضور کی زندگی میں کئی اموات ہوئیں مثلاً حضرت خدیجہؓ فوت ہوئیں، حضرت حمزہؓ شہید کیے گئے، آپ ﷺ کی صاحبزادیاں فوت ہوئیں، یہ سبب موجود تھا، لیکن حضور ﷺ اور خیر القرون میں تیجہ، ساتواں، چالیسواں یا قبروں پر میلاد کرنا ثابت نہیں تو اب یہ کرنا بدعت ہوگا۔

......آپ ﷺ کی وفات پر صحابہ کرامؓ نے باوجود کمالِ عشق کے کوئی کام نہیں کیا اور نہ ہی صحابہ کرام کی وفات پر کسی تابعی یا تبع تابعی نے ایسا کوئی کام کیا گویا خیر القرون میں کسی کی وفات پر ایسے کام جو اَب کیے جاتے ہیں نہ تھے، لہٰذا اَب یہ بدعت ہوں گے۔

......ایصالِ ثواب کیا جاتا تھا، نہ دنوں کی تعیین تھی نہ لوگوں کا اجتماع، اور نہ کھانا سامنے رکھ کر ختم پڑھا جاتا تھا، لہٰذا اَب یہ بدعت ہوں گے۔

......ختنے ہوتے تھے، شادیاں ہوتی تھیں، لیکن موجودہ خرافات نہ ہوتی تھیں، لہٰذا اَب یہ بدعت ہوں گی۔

......جنازے ہوتے تھے، لیکن اُن کے بعد مل کر اجتماعی دعا ہوتی تھی نہ ہی ساتھ **کل حیّ یموت** کے نعرے لگتے تھے، لہٰذا اَب یہ بدعت ہوں گے۔

......دفن کرتے تھے اور اُس کے بعد مل کر دعا مانگی جاتی تھی، لیکن اذان نہ ہوتی تھی اور نہ ہی ستر قدم پر جا کر دعا ہوتی تھی، لہٰذا اَب یہ بدعت ہوں گے۔

......کفن پہناتے تھے، لیکن اُن پر لکھنے کا رواج نہ تھا، لہٰذا اَب یہ بدعت ہوگا۔

خلاصہ یہ کہ خیر القرون میں محرکات اور اسباب کے باوجود جو کام نہیں کیا گیا، اَب اُسے اختیار کرنا بدعت ہوگا۔

علیٰ ھٰذا حضور ﷺ کے زمانے سے لے کر خیر القرون کے زمانے تک کلمہ شریف کا ذکر ہوتا تھا، درود شریف پڑھا جاتا تھا مگر اجتماعی صورت میں جہر سے ذکر کرنے اور بآواز بلند درود شریف پڑھنے کا اُن میں رواج نہ تھا بلکہ ان پر حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے نکیر ثابت ہے۔ الغرض آج کل جتنی

بدعات رائج ہیں ان میں سے ایک ایک کا خیر القرون میں سبب موجود تھا مگر یہ بدعات نہ ہوتی تھیں۔ اگران باتوں میں اجتہاد وقیاس کی ضرورت ہوتی تو مجتہدین ضرور قیاس کر کے تحریر فرما دیتے۔

اب ستم یہ ہے کہ خیر القرون کے بعد میں پیدا ہونے والی بدعات کو اہل السنّت والجماعت کی علامت قرار دیا جاتا ہے۔

قاعدہ مذکورہ سے استثناء:

البتہ اس قاعدے سے وہ جزئیات مستثنیٰ ہوں گی جن میں کوئی مانع تھا جیسا کہ قرآن نازل ہو رہا تھا، جمع ممکن نہ تھا، بعد میں جب نزول مکمل ہوا تو حضرت ابوبکر صدیقؓ کے زمانے میں جمع کیا گیا۔ علیٰ ھٰذا نماز تراویح فرض ہونے کے ڈر سے حضور ﷺ نے صرف تین روز جماعت سے پڑھیں، صحابہ کرام اپنی اپنی پڑھتے تھے، حضرت عمرؓ نے اس کو پورا ماہ پڑھنے اور جماعت سے پڑھنے کی تجویز فرمائی تو صحابہ کرامؓ نے اس پر اِجماع فرمایا اور بیس تراویح کے لیے دو امام مقرر فرمائے، صحابہ کرامؓ نے حضرت عمرؓ کو اس پر دعائیں دیں۔

اصول نمبر۲:

عبادات کے اندر اپنی طرف سے اوقات مقرر کرنا۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے:

عن أبی هريرة عن النبی ﷺ قال: لا تختصوا ليلة الجمعة بقيام من بين الليالی، ولا تختصوا يوم الجمعة بصيام من بين الأيام إلا أن يكون فی صوم يصوم أحدكم. [مسلم شریف:۱/۳۶۱] حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے وہ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ جمعہ کی رات کو دوسری راتوں میں سے نماز اور قیام کے لیے خاص نہ کرو اور جمعہ کے دن کو دوسرے دنوں میں سے روزے کے لیے خاص نہ کرو مگر کوئی شخص جو نفلی روزے رکھتا ہے اگر جمعہ کا دن بھی ان میں آجائے تو الگ بات ہے۔

علامہ شاطبیؒ بدعت کی شناخت بتلاتے ہوئے فرماتے ہیں:

ومنها التزام العبادات المعينة فی أوقات معينة لم يوجد لها ذلك التعيين فی الشريعة. [الاعتصام:۱/۳۴] اور انہی بدعات میں سے خاص اوقات کے اندر ایسی عبادات معینہ کا

التزام کرلینا بھی ہے جن کے لیے شریعت مطہرہ نے وہ اوقات مقرر نہیں کیے۔

اصول نمبر۳:

خاص کیفیات کا تعین کرلینا، اپنی طرف سے قیود لگا دینا، ان کی کیفیات بدل دینا جن کو شریعت نے مطلق چھوڑا ہے یہ بھی بدعت ہوگا۔

جیسا کہ علامہ شاطبیؒ نے اس کو بدعات میں شمار کیا ہے اور فرمایا:

ومنها التزام الکیفیات والهیئات المعینة کالذکر بهیئة الاجتماع علیٰ صوت واحد. اور انہی بدعات میں سے کیفیات مخصوصہ اور ہیئات معینہ کا التزام ہے جیسا کہ ہیئت اجتماع کے ساتھ ایک آواز پر ذکر کرنا۔

صحابہ کرامؓ کا ایسی کیفیات اور ہیئات مقرر کرنے کے متعلق فیصلہ:

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا گذر مسجد میں ذاکرین کی ایک ایسی جماعت پر ہوا کہ ایک شخص کہتا: سومرتبہ الله اکبر پڑھو تو حلقہ نشین لوگ کنکریوں پر سومرتبہ تکبیر کہتے، پھر وہ کہتا: سومرتبہ لا اله إلا الله پڑھو تو سوبار تہلیل کہتے، پھر کہتا: سوبار سبحان الله کہو تو وہ سنگریزوں پر سومرتبہ تسبیح پڑھتے۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا تم ان سنگریزوں پر کیا پڑھتے ہو تو وہ کہنے لگے ہم تکبیر وتہلیل وتسبیح پڑھتے ہیں تو فرمایا:

فعدوا من سیئاتکم، فأنا ضامن أن لا یضیع من حسناتکم شئ، ویحکم یاأمّة محمد! ما أسرع هلکتکم هؤلاء صحابة بینکم متوافرون، وهٰذا ثیابه لم تبل، وأنیته لم تکسر، إلیٰ أن قال أَوَ مفتحی باب ضلالة. [مسند دارمی:۳۸،قلت بسند صحیح] پس تم ان کنکریوں پر اپنے گناہ شمار کرو میں اس کا ضامن ہوں کہ تمہاری نیکیوں میں سے کچھ بھی ضائع نہ ہوگا۔ تعجب ہے تم پر اے امت محمد! کیا ہی جلدی تم ہلاکت میں پڑ گئے ہو، ابھی تک حضرات صحابہ کرامؓ تم میں بکثرت موجود ہیں اور ابھی تک جناب رسول اللہ ﷺ کے کپڑے پرانے نہیں ہوئے اور ابھی تک آپ کے برتن نہیں ٹوٹے (پھر فرمایا) کیا تم (ابھی سے) بدعت کا دروازہ کھولتے ہو۔

اس روایت کے راویوں کی تصحیح:

أخبرنا الحکم بن مبارک:

الحکم بن المبارک الباهلی: قال أبو عبد الله بن منده: أحدالثقات، وذکره ابن

حبان فی الثقات، له عند الترمذی حدیث واحد فی الملحمة الکبریٰ، وعدّه ابن عدی فی ترجمة أحمد بن عبد الرحمٰن الوهبی فیمن یسرق الحدیث ومات ۲۱۳ھ.[تهذیب التهذیب:۴۳۸/۲......وقال ابن حجر فی تقریب التهذیب: صدوق وربما وهم[۲۳۳/۱]]

أنا عمرو بن یحییٰ:

رویٰ عن جده سعید بن عمرو و عن أبیه یحییٰ، قال إسحاق بن منصور عن ابن معین صالح: وذکره ابن حبان فی الثقا ت، وقال الدوری عن ابن معین: لا بأس به، وقال الحاکم عن الدارقطنی: ثقة.[تهذیب التهذیب:۱۱۸/۸]

قال سمعت أبی:

یحییٰ بن سعید بن عمر و بن العاص روی عن أبیه وعثمانؓ ومعاویةؓ وعائشةؓ، قال ابن سعد: کان قلیل الحدیث، وقال ابن عساکر: بلغنی أن عبد الملك کان یقو ل مارأیت أفضل من یحییٰ بن سعید، وذکره معاویة بن صالح عن ابن معین فی تابعی أهل المدینة ومحدثیهم، وقال النسائی: ثقة، وذکر ابن حبان فی الثقات.[تهذیب التهذیب:۲۱۶/۱۱]

یحدث عن ابیه:

سعید بن عمرو بن سعید بن العاص، وروی عن أبیه وعن معاویةؓ والعبادلة الأربعةؓ وأبی هریرةؓ وعائشةؓ، قال أبوزرعه والنسائی: ثقة، وقال أبوحاتم: صدوق، وقال الزبیر: کان من علماء قریش بالکوفة، وذکر ابن حبان فی الثقاة. [تهذیب التهذیب:۶۸/۴]

اس تصحیح کے بعد علامہ سیوطیؒ اور صاحب روح البیان کی اس روایت کے متعلق کلام حجت نہیں۔

علامہ قاضی ابراہیم صاحبؒ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی ایک روایت کو ان الفاظ سے نقل کرتے ہیں:

أنا عبد الله بن مسعود، فوالذی لا إلٰه غیره لقد جئتم ببدعة ظلماء أولقد فقتم علیٰ أصحاب محمدﷺ. [مجالس الابرار:۱۳۳] **میں عبداللہ بن مسعود خدائے وحدہ لاشریک کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ تم نے نہایت تاریک اور سیاہ بدعت ایجاد کی یا کیا تم جناب نبی کریم ﷺ کے صحابہؓ سے بڑھ گئے۔**

شیخ الاسلام ابن دقیق العیدؒ نے ان کی ایک روایت کو ان الفاظ میں نقل کیا ہے۔

فقال: إذا رأیتموه فاخبرونی، فقال: فأخبره، فأتاه ابن مسعودؓ متقنعا، فقال: من عرفنی فقد عرفنی، ومن لم یعرفنی فأنا عبدالله بن مسعود، تعلمون انکم لَاهدیٰ من محمدﷺ وأصحابه ......إلیٰ أن قال ...... لقد جئتم ببدعة عظمیٰ أولقد فضلتم أصحاب محمدﷺ علمًا. فهذا ابن مسعود أنکر هذا الفعل مع إمکان ادراجه علیٰ فضیلة الذکر.

فرمایا حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے جب تم اس کو دیکھو تو مجھے اطلاع دو۔ راوی کہتا ہے: ان کو اطلاع دی گئی، وہ موقعہ پر پہنچے اور سر پر کپڑا اوڑھے ہوئے تھے، فرمایا: جو مجھے جانتا ہے سو جانتا ہے اور جو نہیں جانتا تو بتا دیتا ہوں کہ میں عبداللہ بن مسعود ہوں، تم جانتے ہو کہ تم (العیاذ باللہ) حضور ﷺ اور صحابہ کرامؓ سے زیادہ ہدایت پر ہو؟ (پھر فرمایا) تم نے ایک بہت بڑی بدعت ایجاد کی ہے یا تم صحابہ کرام پر علم میں فضیلت حاصل کر چکے ہو، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے مخصوص ہیئت اور کیفیت کے ساتھ اس فعل کا انکار کیا، حالانکہ فضیلتِ ذکر کے عام دلائل کے تحت اس کا ادراج ممکن تھا۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا مقصود یہ تھا کہ اگرچہ تکبیر و تہلیل و تسبیح و تحمید کی بہت فضیلتیں وارد ہوئی ہیں اور وہ محبوب ترین ذکر ہے، لیکن اس کا یہ خاص طرز و طریقہ جناب رسول اللہ ﷺ سے ثابت نہیں بلکہ خود تمہارا ایجاد کردہ ہے، لہٰذا یہ بدعت ہے، فضیلتِ ذکر کی عام دلیلوں کے تحت درج نہیں کیا جا سکتا۔ [احکام الاحکام: ۵۲/۱]

ایسے ہی حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے ذکر بالجہر کرنے والوں کو مسجد سے نکال دیا تھا۔

درود شریف کا پڑھنا ایک بہت بڑی عبادت ہے، مگر انفرادی طور پر اور آہستہ۔ چنانچہ مشہور فقیہہ علامہ محمد بن محمد الخوارزمی المشہور البزازی الحنفی (صاحب بزازیہ) ذکر بالجہر کا مسئلہ نقل کرتے ہیں:

عن فتاویٰ القاضی أنہ حرام لما صح عن ابن مسعودؓ أن أخرج جماعۃمن المسجد یھللون ویصلون علی النبی ﷺ جھرا، وقال لھم: ما أراکم إلا مبتدعین. [شامی: ۳۹۸/۲ ......فتاوی بزازیہ: ۳۷۵/۳] قاضی صاحب کے فتاوی سے نقل کیا ہے کہ جہر سے ذکر کرنا حرام ہے، کیونکہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے صحیح روایت کے ساتھ یہ ثابت ہو چکا ہے کہ انہوں نے ایک جماعت کو مسجد سے محض اس لیے نکال دیا تھا کہ وہ بلند آواز سے لاالـٰہ الااللـہ اور بلند آواز سے آنحضرت ﷺ پر درود پڑھتی اور فرمایا کہ میں تمہیں بدعتی ہی خیال کرتا ہوں۔

الغرض علامہ قاضیؒ، امام بزازیؒ، علامہ شامیؒ، علامہ حمویؒ سب کے سب بزرگ حضرت ابن مسعودؓ کی اس روایت کو قد صح سے تعبیر کرتے ہیں۔

خلاصہ یہ کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ خاص ہیئت اور کیفیت اور ذکر بالجہر سے منع فرماتے تھے۔

انفرادی عبادت کو اجتماعی کرنا احداث فی الدین ہے، خیر القرون میں جو عمل انفرادی طور پر ثابت ہو اور اجتماعی طور پر ثابت نہ ہو تو اس کو اجتماعی طور پر کرنا بدعت کہلائے گا جیسا کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی روایات سے ظاہر ہوتا ہے۔

تعیین اوقات، تعیین ہیئت، ذکر بالجہر اگر اصلاحِ قلب کے لیے بطور علاج اور وسائل کے درجے میں تجویز کیا جائے اور اس کو مقصود نہ بنایا جائے تو احداث للدین ہے، احداث فی الدین نہیں اور مقاصد میں کمی بیشی احداث فی الدین ہے اور وسائل میں کمی بیشی بدعت نہ ہوگی۔ اس لیے مشائخ نے جو مریدین کی اصلاح کے لیے خاص مقدار خاص ہیئت سے اجتماعی ذکر بالجہر تجویز کیا ہے اس کو مقصد قرار نہیں دیا تو وہ بدعت نہیں ہوگا۔

نیز تعیین اوقات اگر انتظام کے لیے ہے اور اس کو قانون نہیں بنایا تو وہ بھی بدعت نہیں ہوگا۔ انتظامی تعیین سہولت کے لیے کی جاتی ہے اور اس کے خلاف کرنے والے پر نکیر نہیں کی جاتی اور نہ ہی اس کے خلاف کرنے والے کو گناہ گار کہا جاتا ہے۔ البتہ اگر تعیین کو قانونِ شرع بنا لیا جائے اور اس کے تارک کو گناہ گار قرار دیا جائے یا اسکو ملامت کی جائے تو یہ بدعت ہوگی۔

اصول نمبر ۴:

جو عبادت لازمی نہیں ہے اس کو لازمی قرار دیا جائے اور اس کے تارک کو گناہ گار قرار دیا جائے تو یہ بھی بدعت ہوگا۔

جیسا کہ سننِ غیر مؤکدہ کو لازم قرار دیدیا جائے اور تارک پر نکیر کی جائے اور عمل پر دوام کیا جائے اور ترک کو گناہ سمجھا جائے تو یہ بدعت ہوگی اور اگر دوام اختیار کیا جائے اور ترک کو گناہ قرار نہ دیا جائے تو یہ بدعت نہ ہوگا تاہم کبھی کبھی قصداً ترک بھی کر دینا چاہئے۔

اصول نمبر ۵:

انفرادی عبادت کو اجتماعی بنا دیا جائے جیسا کہ نوافل جو کہ انفرادی عبادت ہے انہیں جماعت کے ساتھ ادا کیا جائے۔

اصول نمبر ٦:

اختیاری عبادت کو غیر اختیاری بنا دیا جائے جیسا کہ اعتکاف کے دوران معتکف کے لیے اختیار ہے جو بھی عبادت کرے تلاوت، ذکر، تسبیح وغیرہ لیکن اگر اسے کسی کا پابند کر دیا جائے تو یہ بدعت ہوگا۔

باب دوم......تداعی کے ساتھ ذکر بالجہر کی مجالس

اللہ تعالیٰ کا ذکر ایک عمدہ ترین عبادت ہے دعا کرنا بھی ایک اعلیٰ ترین نیکی ہے اور قربت ہے مگر اسی طریقہ سے جس پر شریعت حقہ نے رہنمائی کی ہے۔

عرفہ کی فجر سے لے کر آخر ایام تشریق تک تکبیرات جہراً اور حج کے دنوں میں تلبیہ جہراً کہنا ثابت ہے پس جہاں جہراً ذکر ثابت ہے وہاں سنت ہے جہاں جہراً ذکر کا ثبوت نہیں ہے وہاں آہستہ ذکر کرنا بہتر ہوگا شریعت کی مراد اس سے پوری ہوگی یہی حکم دعا کا ہے۔

دلائل:

(۱)...... اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّ خُفْيَةً ؕ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ۝ پکارو اپنے رب کو عاجزی کرتے ہوئے اور چپکے چپکے بے شک وہ محبت نہیں رکھتا حد سے بڑھنے والوں سے۔

(۲)...... وَاذْكُرْ رَّبَّكَ فِيْ نَفْسِكَ تَضَرُّعًا وَّخِيْفَةً وَّدُوْنَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ اور ذکر کر اپنے رب کا اپنے دل میں عاجزی کے ساتھ ڈرتے ہوئے جہر سے کم آواز میں۔

ان دونوں آیتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ ذکر، دعا نہایت اخلاص، عاجزی اور انکساری کے ساتھ ہو اور آہستہ چپکے ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ حد سے تجاوز کرنے والوں سے محبت نہیں رکھتا۔

(۳)......صحابہ کرامؓ ایک مرتبہ بلند آواز سے تلاوت کر رہے تھے تو حضور ﷺ نے فرمایا:

أیها الناس اربعوا أنفسكم أنكم لستم تدعون أصم ولا غائبا وأنكم تدعون سميعا قريبا وهو معكم. [بخاری: ۶۰۵/۲، مسلم شریف: ۳۴۶/۲] اے لوگو اپنے آپ پر نرمی کرو، بیشک تم نہیں پکار رہے کسی بہرے کو اور نہ کسی غائب کو اور بیشک تم پکار رہے ہو ایسی ذات کو جو سمیع ہے اور قریب ہے اور وہ تمہارے ساتھ ہے۔

اس پر علامہ نوویؒ فرماتے ہیں:

فيه الندب إلیٰ خفض الصوت بالذكر إذا لم تدع حاجة إلیٰ رفعه. [مسلم شریف: ۳۴۶/۲] یہ حدیث اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ آہستہ ذکر کرنا بہتر ہے جب کہ کوئی داعیہ رفع صوت

کا پیش نہ آئے۔

(۴)......وقال ابن بطال: المذاهب الأربعة علیٰ عدم استحبابه. [البدایه والنهایة:۲۷۰/۱۰]
محدث ابن بطالؒ فرماتے ہیں کہ چاروں مذاہب اِس پر متفق ہیں کہ جہر سے ذکر کرنا مستحب نہیں۔

(۵)......**قال النووی:**

ونقل ابن بطال واٰخرون: إن أصحاب المذاهب المتبوعة وغیرهم متفقون علیٰ عدم استحباب رفع الصوت بالذکر والتکبیر. [مسلم شریف:۲۱۷/۱] امام نوویؒ فرماتے ہیں کہ: ابنِ بطال اور دوسرے حضرات نے نقل کیا ہے کہ: بے شک متبوعہ مذاہب والے اوران کے غیر ذکر اور تکبیر میں بلند آواز کے عدمِ استحباب پر متفق ہیں۔

حضرت مولانا علامہ انور شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

اس سے مقصود اونچی آواز سے ذکر کو لغو قرار دینا ہے۔ضرورت کے وقت ذکر بالجہر کی نفی نہیں۔نیز فرمایا: وہ ذکر مفرط کررہے تھے،اِس لیے منع فرمایا۔[فیض الباری:۱۳۴/۴]

(وقال النوویؒ:) وعن ابن عباس إن رفع الصوت بالذکر حین ینصرف من المکتوبة کان علیٰ عهد النبی ﷺ. [مسلم شریف:۲۱۷/۱] حمل الشافعیؒ هذالحدیث علیٰ أنه جهر وقتا یسیرا حتیٰ یعلمهم صفة الذکر لا أنهم جهروا دائمًا. اورحضرت ابن عباسؓ سے جو روایت ہے بیشک بلند آواز سے ذکر کرنا فرض نمازوں سے فراغت کے بعد یہ نبی کریم ﷺ کے زمانہ میں تھا۔اس حدیث کو امام شافعیؒ نے محمول کیا ہے اس بات پر کہ کسی وقت قلیل مقدار میں ذکر بالجہر کیا تا کہ صحابہ کرامؓ کو ذکر کا طریقہ سکھائیں نہ یہ کہ وہ ہمیشہ جہراً ذکر کریں۔

اگر یہ ذکر دائماً ہوتا تو ضرور صحابہ کرامؓ کا اس پر عمل ہوتا اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ جیسے جلیل القدر صحابی اور سفر وحضر میں حاضر باش صحابی ہرگز ذکر بالجہر اور بلند آواز سے درود شریف پڑھنے والوں کو یہ فرماتے ہوئے مسجد سے نہ نکالتے کہ تم نے صحابہ کرامؓ کی موجودگی میں تاریک بدعت ایجاد کی ہے۔جس طرح تعلیم کے لیے **بسم اللہ** جہراً پڑھنا آپ ﷺ سے ثابت ہے لیکن اس پر دوام کرنا بدعت ہے۔

علامہ حلبی حنفیؒ لکھتے ہیں :

ولأبی حنیفۃؒ ان رفع الصوت بالذکر بدعة مخالف للأمر فی قوله تعالیٰ: اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّ خُفْيَةً اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ [کبیری:۵۶۶] حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں کہ: بلند آواز کے ساتھ ذکر کرنا بدعت ہے اور اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد مبارک کے خلاف ہے کہ تم اپنے رب کو عاجزی سے چپکے چپکے پکارو۔

(۶)......ملا علی قاریؒ لکھتے ہیں:

وقد نص بعض علمائنا بان رفع الصوت فی المسجد ولو بالذکر حرام.

[مرقات علیٰ المشکوٰۃ:۲/۴۷۰] ہمارے علماء نے صراحت کے ساتھ یہ حکم بیان کیا ہے کہ مسجد میں آواز بلند کرنا اگرچہ ذکر کے ساتھ ہو حرام ہے۔

(۷)......امام نوویؒ لکھتے ہیں:

أما الدعاء فیسر به بلا خلاف. [شرح مسلم:۱/۲۱۱] اس میں کسی کا اختلاف نہیں کہ دعا آہستہ آواز سے کرنی چاہئے۔

(۸)......امام سراج الدین الحنفیؒ اور ملا علی قاریؒ لکھتے ہیں:

یستحب فی الدعاء الإخفاء ورفع الصوت بالدعاء بدعة. [فتاویٰ سراجیہ:۷۲، موضوعات کبیر:۱۷] دعا میں پست آواز مستحب ہے اور دعا میں آواز کو بلند کرنا بدعت ہے۔

[ماخوذ راہ سنت:۱۷۴۔۱۷۹]

مجالس ذکر کی صورتیں اور ان کا حکم:

مذکورہ بالا حوالہ جات سے ذکر بالجہر کا فقہ حنفی سے حکم معلوم ہوا، اب مجالس ذکر کا حکم جانتے ہیں، مجالس ذکر کی تین صورتیں ہیں:

۱۔مجامع ذکر ۲۔علاجًا اجتماعی ذکر ۳۔تداعی کے ساتھ اجتماعی ذکر بالجہر

(۱)......مجامع ذکر:

لوگ از خود ذکر اور عبادت کے لئے مساجد اور خانقاہوں میں جمع ہو جائیں جس میں تداعی نہ ہو اور لوگ اپنی اپنی صوابدید پر ذکر کریں، اس میں کوئی شخصیت داعی نہیں ہوتی، اس کو ''اجتماعی ذکر'' سے نہیں بلکہ ''مجامع ذکر'' سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ یہ مجامع اکثر مساجد میں ہوتے ہیں جن کو فرشتے تلاش

کرتے ہیں اوران میں شامل ہوتے ہیں۔

(۲)......علاجاً اجتماعی ذکر:

شیخ اپنے مریدین کے لیے جو ذکر تجویز کرتا ہے اس کی رائے اوراحتیاط بالجہر تجویز کرے یا بالسر۔اجتماعی طور پر ذکر کرائے یا انفرادی طور پر ذکر کرائے یہ احداث فی الدین نہیں بلکہ احداث للدین ہے۔

چنانچہ مفتی محمد شفیع صاحبؒ فرماتے ہیں:

اسی طرح ان اشغال کو جمعیت خاطر کا ذریعہ سمجھ کر کرے تو درست ہے،عبادتِ مقصودہ سمجھ کر کرے تو بدعت ہے۔یہی حکم ذکر اللہ میں جہر کرنے کا ہے اگر جہر سے ذکر دفعِ وساوس اور جمعیت خاطر کے حصول کی تدبیر سمجھ کر کرے تو درست ہے خود جہر کو طاعتِ مقصودہ سمجھے تو بدعت ہے۔

[مجالس مفتیِ اعظم:۳۱۵،از:مفتی عبدالرؤف سکھروی]

(۳)......تداعی کے ساتھ اجتماعی ذکر:

کوئی شیخ اپنے مریدین کو یا کوئی مرید اپنے پیر بھائیوں کو اپنے شیخ کی مجلس میں شرکت کی دعوت دیتا ہے۔آجکل اخبار میں اشتہار یا بیان دیا جاتا ہے کہ فلاں جگہ مجلس ذکر ہوگی اور باقاعدہ تداعی کی جاتی ہے۔

تینوں صورتوں کا حکم:

تیسری صورت بدعت ہے اور پہلی دونوں صورتیں جائز ہیں۔

حضرت مدنیؒ کے خلیفہ مجاز حضرت قاضی مظہر حسین صاحب رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

مجلس ذکر کے اشتہارات شائع ہوتے ہیں اور لوگوں کو بلا بلا کر مجلس ذکر میں شامل کیا جاتا ہے،حالانکہ کسی مستحب عبادت کے لیے (تداعی) لوگوں کو بلانا جائز نہیں۔ملاحظہ ہو براہین قاطعہ از:مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ۔ [رسالہ حق چاریار:۸،۷ جولائی تا نومبر ۱۹۹۸ء]

فقہاءؒ نے تداعی سے نفل کی جماعت کو بدعت لکھا ہے۔اِس طرح تداعی کے ساتھ ذکر کے اجتماع کی مثال خیر القرون میں نہیں ملتی،لہٰذا اِس کو بدعت کہا جائے گا،یہ احداث فی الدین ہے۔

حضور ﷺ کے زمانہ مبارک میں اور خیر القرون میں اِس قسم کے اجتماعات نہ ہوتے تھے خصوصاً جب کہ

اِن اجتماعات کوسنت قرار دیا جائے تو یہ بدعت ہوں گے۔

مروجہ مجالسِ ذکر کا حکم......از:مفتی محمد رضوان صاحب راولپنڈی

مروجہ مجالسِ ذکر پر ہمارا ایک رسالہ بنام ''اجتماعی ذکر کی مجلسوں کا شرعی حکم'' جدید اضافہ کے ساتھ شائع ہو چکا ہے جس میں اس مسئلہ کی تفصیل مذکور ہے اس کے علاوہ ماہنامہ ''التبلیغ'' راولپنڈی، میں قسط وار اس موضوع پر تفصیل شائع ہو چکی ہے جو ابھی مستقل رسالہ کی شکل میں شائع نہیں ہوئی۔

اس لیے تفصیلات کے لیے تو انہیں مضامین کی طرف رجوع کرنا مناسب ہوگا، تاہم مختصراً عرض ہے کہ مجالسِ ذکر جن میں لوگوں کا ذکر کے لئے دعوت دی جاتی ہے اور اکٹھا کیا جاتا ہے اور پھر سب لوگ ایک ذکر کا التزام کرتے ہیں، ہمارے نزدیک اس کا مکروہ ہونا راجح ہے۔

اور اگر کوئی شیخ اپنے مریدین کو کسی خاص مصلحت سے اجتماعی ذکر کرائے اور اس کی اجتماعیت کو مقصود نہ سمجھا جائے بلکہ علاجاً اختیار کیا جائے تو فی نفسہٖ اس کی گنجائش ہو سکتی ہے، لیکن کیونکہ عوام میں اس طرح کی مجالس سے اجتماعیت کے مقصود ہونے کا شبہ ہوتا ہے اور موجودہ دور کے حضرات بھی اس طرح کی بعض مجالس سے اجتماعی ذکر کی مجالس کے مستحب ہونے پر استدلال کرتے ہیں بلکہ بعض تو بذاتِ خود اجتماعی ذکر کو مستحب سے بھی بڑھ کر مسنون قرار دے رہے ہیں اور جگہ جگہ ان مجالس کو تداعی کے ساتھ منعقد کرنے پر زور دے رہے ہیں، اِس لئے موجودہ حالات میں صوفیائے کرام کا مصلحتاً اجتماعی ذکر کرانا بھی محلِ کلام بن جاتا ہے، کیونکہ جو چیز مفضی إلى المعصیت یا عوام کے نظریہ وعمل کے بگاڑ کا باعث ہو اس سے بھی منع کیا جاتا ہے، اس طرح تداعی واجتماعیت کے ساتھ ذکر کے مکروہ وبدعت ہونے پر بہت سے فقہاء وعلماء نے روشنی ڈالی ہے:

علامہ ابن حاج رحمہ اللہ (المدخل لابن الحاج:۹۰/۱ فصل فی العالم وکیفیۃ نیۃ وہدیہ وادبہ)

علامہ شاطبی رحمہ اللہ (الاعتصام الجزء الاول الباب الاول فی تعریف البدع وبیان معناھا:۲۶، مطبوعہ بیروت لبنان)

علامہ شاطبی رحمہ اللہ (الاعتصام الجزء الاول، الباب الرابع فی ماخذ اھل البدع بالاستدلال، فصل ومنھا تحریف الادلۃ فی مواضعھا:۱۶۹)

علامہ ابن ہمام رحمہ اللہ اور امام زیلعی رحمہ اللہ (فتح القدیر، کتاب الصلوۃ، باب صلوۃ

العیدین، تبیین الحقائق ، کتاب الصلوۃ، باب صلاۃ العیدین،مندوبات العیدین)

علامہ شامی رحمہ اللہ(ردالمختار، کتاب الصلوۃ، باب صلوۃ العیدین)

علامہ ابن نجیم رحمہ اللہ(البحر الرائق:۱۵۹/۲) باب العیدین ملخصا)

علامہ شامی رحمہ اللہ(ردالمختار:۲۶۰/۲، باب صلاۃ الجنازہ)

(فتاوی ہندیہ الباب الرابع فی الصلاۃ)

(المحیط البرھانی :۳۱۲/۵،کتاب الاستحسان والکراھۃ الفصل الرابع فی الصلاۃ والتسبیح،وقراءۃ القرآن والذکرالخ دارالکتب العلمیہ ،بیروت)

(نصاب الاحتساب:۳۰۵،الباب السادس والاربعون فی الاحتساب فی فعل البدع من الطاعات وترک السنن)

مولانا خلیل احمد سہانپوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

ذکر اللہ تعالی اسی وقت مقبول ہے کہ حسبِ قاعدہ شرعی کے ہو نہ بطور بدعت ومعصیت کے، پس جوذکر مرکب بدعت ومعصیت سے ہوگا اس کی شرکت بھی ممنوع ہووے گی۔

چنانچہ پہلے بھی جواب سے اس سفسطہ (مغالطہ) کا ہو چکا ہے کہ منع کرنا بوجہ بدعت کے ہے نہ بوجہ ذکر کے۔[براہین قاطعہ:۱۱۳،مطبوعہ دارالاشاعت کراچی۔]

سوال:......سال کے اکثر حصوں میں بزرگوں کی ارواح کے ایصالِ ثواب کے لئے لوگوں کو جمع کرکے بلا کسی خاص انتظام واوقات متعینہ کے قرآن شریف پڑھا جاوے تو جائز ہے یا نہیں؟ اگر جائز ہے تو اپنے دوست واحباب کو شمولیت کے لئے کہنا کیسا ہے؟

الجواب:...... یہ تداعی ہے غیر مقصود کے لئے جو بدعت اور مکروہ ہے۔ ۶/ جمادی الاولی ۱۳۵۴ھ [امدادالفتاوی:۵۳۹/۱،۵۴۰، باب الجنائز:۶۰۵/۴،۶۰۶]

ان عبارات میں ذکر وتلاوت کے لیے تداعی کرنے اور جمع ہونے کو مکروہ قرار دیا گیا ہے، جس سے مروجہ مجالسِ ذکر کے مکروہ ہونے کا حکم معلوم ہوگیا کہ وہ بھی مکروہ ہیں۔

مجلس ذکر......از: قائد اہل سنت مولانا قاضی مظہر حسین رحمہ اللہ:

قائدِ ملت، وکیلِ صحابہؓ، ترجمان اہل السنۃ والجماعۃ حضرت مولانا قاضی مظہر حسین رحمہ اللہ نے مجالسِ ذکر پر ایک مختصر مگر جامع مضمون تحریر فرمایا ہے، جس میں کئی شبہات کا ازالہ موجود ہے۔

حضرت رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

(ا)......(حضرت) مولانا (عبداللطیف) جہلمی مرحوم (خلیفہ مجاز: جامع شریعت وطریقت حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمہ اللہ) اپنے متوسلین کو ذکر وظیفہ کی تلقین وتاکید تو فرماتے تھے، لیکن ملک میں مروجہ مجالس ذکر کے طریق پر آپ نے کبھی مجلس ذکر نہیں کرائی۔ میں نے اُن سے حضرت شیخ لاہوریؒ کی مجلس ذکر کے متعلق دریافت کیا تو آپ نے کہا: میں صرف ایک مرتبہ شیرانوالہ آپ کی مجلس ذکر میں حاضر ہوا ہوں۔ حضرت نے کبھی بھی مجھے یہ نہیں فرمایا کہ مجلس ذکر میں کیوں نہیں حاضر ہوتے؟ اور نہ مجاز بنانے کے بعد کبھی حضرت نے مجلس ذکر منعقد کرنے کا حکم دیا ہے اور جہلم میں حضرت کئی دفعہ تشریف لائے ہیں۔ لیکن وہاں کبھی بھی حضرت نے مجلس ذکر نہیں کرائی۔

(۲)......مناظر اہل سنت مولانا محمد امین صفدر صاحبؒ اوکاڑوی بھی حضرت لاہوری رحمہ اللہ سے بیعت تھے، میں نے اُن سے بھی مجلس ذکر کے بارے میں دریافت کیا تو اُنہوں نے فرمایا کہ: میں نے خود حضرت کی خدمت میں عرض کیا تھا کہ حضرت ہم بریلویوں کے جماعتی ذکرِ جہر کی مخالفت کرتے ہیں، لیکن حضرت خود بھی مجلس ذکر کرتے ہیں اور ذکر جہر کراتے ہیں۔ تو حضرتؒ نے فرمایا کہ: ''ہم تعلیم کے لیے ذکر جہر کراتے ہیں۔''

مجلس ذکر کی نوعیت:

ذکر اللہ تو مطلوب ومقصود ہے اور یہ روح کی غذا ہے، چنانچہ قرآن مجید میں فرمایا: یاایھا الذین آمنوا اذکر و اللہ ذکراً کثیراً و سبحوہ بکرۃ و اصیلاO [الاحزاب:۴۲]

اے ایمان والو! تم اللہ کا خوب کثرت سے ذکر کرو۔ صبح وشام (یعنی علی الدوام) اس کی تسبیح و تقدیس کرتے رہو۔ [ترجمہ حضرت تھانویؒ]

البتہ اختلاف تو مجلس ذکر کی نوعیت میں ہے کہ ذکر جہر ہو یا خفی۔ انفرادی ہو یا اجتماعی۔[1]

---

[1] قائد اہل سنت مولانا قاضی مظہر حسین رحمہ اللہ کی تحریر کا کچھ حصہ چھوٹ گیا ہے۔ ملاحظہ ہو! متن میں موجود عبارت ''البتہ اختلاف تو مجلس ذکر کی نوعیت میں ہے کہ ذکر جہر ہو یا خفی۔ انفرادی ہو یا اجتماعی۔'' کے بعد لکھتے ہیں: جریدہ ''الارشاد'' اٹک:

جریدہ ''الارشاد'' (اٹک) حضرت مولانا قاضی محمد زاہد الحسینی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی یاد میں شائع ہوتا ہے۔ حضرت قاضی صاحبؒ حضرت لاہوریؒ کے خلیفہ ارشد تھے۔ اب حافظ نثار احمد الحسینی ساکن حضرو ''الارشاد'' کے مدیر ہیں اور مروجہ مجالس ذکر کی نشر واشاعت گویا اُن کا اوڑھنا بچھونا ہے۔ (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

حضرت لاہوری رحمہ اللہ اور مجلس ذکر:

اُنہوں نے حضرت لاہوریؒ کی مجلس ذکر کو بھی بطور حجت پیش کیا ہے اور بعض دوسرے حضرات بھی پیش کرتے رہتے ہیں۔اس کے جواب میں عرض ہے کہ:

ا......**فعل مشائخ حجت نہ باشد**

۲......بزرگوں کے بعض تفردات ہوتے ہیں جو قابل اتباع نہیں ہوتے۔ چنانچہ حضرت لاہوریؒ اولیاء اللہ کے مزاروں کی زیارت کے لیے سفر کرنے کو بھی ناجائز قرار دیتے ہیں۔چنانچہ فرمایا:

"زندہ ولی کی زیارت کے لیے سفر کر کے جانا جائز ہے۔لیکن اولیائے کرام کے مزارات پر سفر کر کے جانا منع ہے، میری تحقیق یہی ہے۔اور اگر کسی اور کام کے لیے کسی جگہ جائیں تو پھر اولیاء کرام کے مزارات پر فاتحہ خوانی کے لیے حاضری دینا جائز ہے۔" [مجلس ذکر حصہ سوم:۲۶]

حالانکہ اکابر مشائخ اہل سنت دیوبند اس کو جائز قرار دیتے ہیں۔ چنانچہ حضرت مدنی قدس سرہ فرماتے ہیں:

"نیز اولیاء اللہ اور مشائخ کے مزاروں کی زیارت سے مشرف ہوا کرے۔اور فراغت کے اوقات میں ان کے مزاروں پر بیٹھ کر ان کی روحانیت کی طرف توجہ کرے۔"

[سلاسل طیبہ،مؤلفہ:حضرت مدنی قدس سرہ]

اور حضرت لاہوریؒ کے متوسلین اور خلفاء نے بھی غالباً حضرت لاہوریؒ کی مندرجہ تحقیق پر عمل نہیں کیا اور وہ مزارات اولیاء کے لیے سفر کرتے رہتے ہیں۔

ذکر جہر کا مقصد:

(۱)......حضرت لاہوری فرماتے ہیں:

"عرض یہ ہے کہ ذکر جہر کا مقصد یہ ہے کہ تمام خیالات ایک جگہ بند ہو جائیں۔نہ ذکر زیادہ

(گذشتہ سے پیوستہ) اُنہوں نے "الارشاد" [نومبر و دسمبر ۱۹۹۷ء] میں ایک مفصل مضمون بعنوان:"مجالس ذکر ایک علمی اور تحقیقی جائزہ" شائع کیا ہے اور انہوں نے یہ مضمون خدام الدین وغیرہ دوسرے رسائل میں بھی شائع کرایا ہے۔اس مضمون میں انہوں نے اپنی کم علمی اور کم فہمی کی وجہ سے غلط استدلالات پیش کیے ہیں۔اور بعض حوالہ جات پیش کرنے میں خیانت بھی کی ہے۔کاش کہ وہ یہ مضمون نہ لکھتے اور جو دماغ اور وقت اُنہوں نے اِس میں صرف کیا ہے اور بطور ایک مشن وہ محنت کر رہے ہیں اِتنا وقت وہ اپنی اصلاح میں لگاتے تو کچھ کام بن جاتا۔

اس سے آگے کی عبارت متن میں موجود ہے۔ناشر۱۲

بلند آواز سے کرنا چاہیے نہ بہت آہستہ آہستہ۔بعض نو وارد آ جاتے ہیں، جن کو اِس بات کا علم نہیں ہوتا، اِس لیے وہ بہت زیادہ بلند آواز سے ذکر کرنے لگتے ہیں۔

تربیت یافتہ احباب کا فرض ہے کہ اُن کو روک دیا کریں۔آہستہ سے اُن کو کان میں کہہ دیں کہ اتنا زور نہ لگائیں۔ایک دفعہ صحابہ کرامؓ بلند آواز سے ذکر کر رہے تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کسی بہرے کو تو نہیں سنا رہے۔'' [مجلس ذکر حصہ پنجم: ۱۰۸۔۲۲ جمادی الاولی ۱۳۷۶ھ مطابق ۱۹۵۶ء ایضاً ملاحظہ ہو ہفت روزہ خدام الدین لاہور ۳۱ جولائی ۱۹۹۸ء]

(۲)......حضرت مولانا عبید اللہ صاحب انور رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

''حضرت فرمایا کرتے تھے کہ یہ مجلس ذکر فرض، واجب یا سنت نہیں ہے اور نہ ہم کسی شخص پر اسے لازم قرار دیتے ہیں، کوئی شخص اس میں شریک ہو جائے تو چشم ما روشن دل ما شاد۔اگر نہ شریک ہو تو ہم اسے مجبور نہیں کرتے۔لیکن جو انسان بھی اس مجلس ذکر میں اللہ کی رضا کے حصول کے لیے شامل ہوتا ہے خالی نہیں لوٹتا۔ بلکہ اللہ کی طرف سے جھولیاں بھر کر واپس ہوتا ہے۔اکٹھے ہو کر ذکر کرنے میں یہ فائدہ ہے کہ نیکوں کے ساتھ بدوں کی بھی قبولیت ہو جاتی ہے۔حضرت نے ایک مرتبہ مجلس ذکر موقوف کر دی تھی اور اپنی بیماری اور بڑھاپے کا عذر پیش کیا تھا۔حالانکہ حضرت کا مزاج یہ تھا کہ انہوں نے کسی بھی حالت میں درس قرآن کا ناغہ نہیں کیا۔مجلس ذکر کو موقوف کرنے کا ارادہ محض اس لیے ظاہر فرمایا تھا کہ لوگ اس کو فرض یا واجب نہ سمجھنے لگ جائیں۔''

[ہفت روزہ خدام الدین لاہور ۱۰ جولائی ۱۹۹۸ء بحوالہ مجلس ذکر ۱۰ فروری ۱۹۶۶ء]

اس سے معلوم ہوا کہ حضرت لاہوریؒ کی مجلس ذکر اور مروجہ مجالس ذکر میں (بھی) بڑا فرق ہے۔اب تو مجالس ذکر خوب بلند آواز سے بلکہ لاؤڈ اسپیکروں کے ذریعہ کی جاتی ہیں۔چنانچہ میں نے مولانا عزیز الرحمٰن صاحب ہزاروی خطیب جامع مسجد صدیق اکبر چوہڑ راولپنڈی کی لاؤڈ اسپیکر کے ذریعہ مجلس ذکر کی کیسٹ سنی ہے۔مجلس ذکر کے اشتہارات شائع ہوتے ہیں اور لوگوں کو بلا بلا کر مجلس ذکر میں شامل کیا جاتا ہے۔حالانکہ کسی مستحب عبادت کے لیے (تداعی) لوگوں کو بلانا جائز نہیں۔

(ملاحظہ ہو۔براہین قاطعہ از حضرت مولانا خلیل احمد صاحب محدث سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ)

ایک دفعہ لاہور میں جمعیت علماء اسلام کے اجلاس میں حاضری کے بعد منچن آباد ضلع بہاولنگر کے جلسہ میں شرکت کر لیے بذریعہ ریل مولانا عبید اللہ انور صاحب کے ساتھ گیا۔راستے میں مولانا

مرحوم سے میں نے کہا کہ: یہ آپ نے کیا بنایا ہوا ہے کہ فلاں ماسٹر کو فلاں حافظ کو فلاں صوفی کو مجلس ذکر کی اجازت دیتے ہیں، تو انہوں نے فرمایا کہ خود حضرت لاہوریؒ نے مرکز میں بھی مجلس ذکر ختم کر دی تھی، پھر ہم نے عرض کر کے مجلس ذکر جاری کرائی۔تو میں نے عرض کیا کہ حضرت کو اس کے مفاسد پر نظر ہوئی ہوگی اور جو مروجہ مجالس ذکر کا حال ہے اگر یہ حضرت کی زندگی میں ہوتا تو آپ مجلس ذکر سے دوسروں کو بھی روک دیتے۔ کیونکہ مفاسد کی وجہ سے امر مستجب بھی بدعت قرار دیا جاتا ہے اوراب تو مجلس ذکر گویا کہ پیری مریدی کے لیے لازم سمجھی جاتی ہے۔ چنانچہ رسائل میں شائع ہوتا ہے کہ فلاں حضرت صاحب نے فلاں فلاں جگہ مجلس ذکر کرائی اور فلاں فلاں جگہ مجلس ذکر کرائیں گے۔

اکابر اہل السنّت والجماعت:

اکابر اہل سنت دیو بند قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی، حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی اور شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سید حسین مدنی قدس اللہ اسرار ہم نے کبھی اجتماعی طور پر ذکر جہر کی مجالس منعقد نہیں کیں اور نہ ہی ان کے خلفاء نے ایسی کرائی ہیں۔

(۱)......ارشادِ خداوندی:

واذکر ربك فی نفسك تضرعاً و خیفه و دون الجهر من القول بالغدو ولاصال ولا تکن من الغافلین. [سورۃ الاعراف:۲۰۵]

(آپ ہر شخص سے یہ بھی کہہ دیجئے کہ) اے شخص اپنے رب کی یاد کر اپنے دل میں عاجزی کے ساتھ اور خوف کے ساتھ اور زور کی آواز کی نسبت کم آواز کے ساتھ صبح اور شام (یعنی علی الدوام) اور اہل غفلت میں شمار مت ہونا۔[ترجمہ حضرت تھانویؒ]

اس میں انفرادی طور پر بھی آہستہ آواز سے ذکر کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ چہ جائیکہ جماعتی طور پر بلند آواز سے ذکر کیا جائے۔ تعجب ہے کہ مروجہ مجالس ذکر کے داعی حضرات اس حکم خداوندی کو کیوں نظر انداز کر دیتے ہیں۔

(۲)......حضرت قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ آیت "ادعوا ربکم تضرعًا و خفیة انه لا یحب المعتدین." [الاعراف:۵۵] کے تحت لکھتے ہیں:

”ثـم أجـمـع العلماء على أن الذكر سرًا هو أفضل، والجهر بالذكر بدعة، إلا فى مـواضـع مـخصوصة...... الحاجة فيها إلى الجهر كالأذان والإقامة و تكبيرات التشريق و تـكبيـرات التشـريق و تكبيرات الانتقال فى الصلوٰة للإمام والشيخ للمقتدى إذا ثاب تائية والتلبية فى الحج و نحو ذلك.“ [تفسیر مظہری:۵۵/۳]

تمام علماء کا اِس بات پر اجماع ہے کہ آہستہ ذکر کرنا ہی افضل ہے اور ذکر جہر بدعت ہے مگر اُن مقامات پر جہاں جہر کی شرعی ضرورت پیش آئے مثلاً اذان واقامت اور یا عیدالاضحیٰ (عید قربان) کے ایام کی تکبیریں اور امام کے نماز میں رکوع اور سجود وغیرہ کی طرف انتقال کی تکبیریں یا امام بھول جائے تو مقتدی کا سبحان اللہ کہنا یا تلبیہ یعنی ایام حج میں لبیک لبیک بلند آواز سے کہنا وغیرہ۔

(۳)......مکتوبات امام ربانی حضرت مجدد الف ثانیؒ میں ہے:

”منع از ذکر جہری کنند کہ بدعت است با آنکہ ذوق وشوق می بخشند۔“

[دفتر اوّل حصہ چہارم مکتوب ۲۳۱]

یعنی اگرچہ ذکر جہر سے شوق شوق پیدا ہوتا ہے۔ لیکن بدعت ہونے کی وجہ سے مشائخ نقشبندیہ اسے منع کرتے ہیں۔

اور اکابر نے جو انفرادی طور پر ذکر جہر کی اجازت دی ہے وہ بغرض علاج ہے۔ خود جہر مقصود نہیں ہے۔ بہرحال مروجہ مجالس ذکر بوجہ تداعی عام وغیرہ کے بدعت ہیں ان کو ترک کرنا چاہیے۔ بخوف طوالت یہاں اختصار سے عرض کیا گیا ہے۔ اور ان شاءاللہ تعالیٰ مروجہ مجالس ذکر کے متعلق تفصیلاً کچھ لکھنے کا ارادہ ہے۔ واللہ الموفق۔

حضرت لاہوریؒ کے خلفاء میں سے مولانا جہلمی کو یہ خصوصیت حاصل ہے کہ انہوں نے ذکر کے سلسلے میں بھی اکابر مشائخ اہل سنت دیوبند کے طرز عمل کی پیروی کی اور کبھی بھی مروجہ مجالس ذکر کے طریقہ پر مجلس ذکر نہیں کرائی ے

ایں سعادت بزورِ بازو نیست تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

(مطبوعہ: ماہنامہ حق چار یارؓ......فخر اہل سنت مولانا عبداللطیف جہلمی نمبر......جولائی تا نومبر ۱۹۹۸ء، ص:۷۵-۸۰)

(مردِ حق پرست......خطیب اہل سنت حضرت مولانا عبداللطیف جہلمی کی حیات وخدمات:۶۳-۸۵)

باب سوم......اجتماعی اعتکاف یا مجمع اعتکاف

اس مسئلہ کا حکم جاننے سے پہلے اعتکاف کی حقیقت معلوم ہونا ضروری ہے۔

(ا)......اعتکاف عبادت مقصودہ ہے۔اس کے دلائل مندرجہ ذیل ہیں:

ا۔جتنی دیر کے لیے بھی باوضوء، بے وضوء۔روزہ کے ساتھ یا بغیر روزہ کے نفلی اعتکاف کی نیت کر کے مسجد میں ٹھہر جائے اگر چہ ایک ساعت ہی کیوں نہ ہو درست ہو جاتا ہے، البتہ باوضو ثواب زیادہ ہے کیونکہ اعتکاف اللہ کے گھر کی مجاورت وملازمت کی بناء پر اظہارِ عبودیت کی صورت میں عبادۃً ہے اس سے معلوم ہوا کہ اعتکاف عبادت مقصودہ ہے۔

۲۔ الاعتكاف تقرب إلى اللّٰه تعالىٰ بمجاورة بيته والإعراض عن الدنيا والاتيال على خدمته لطلب الرحمة وطمع المغفرة حتى قال عطاء الخراسانیؒ: مثل المعتكف الذى القى نفسه بين يدى اللّٰه تعالىٰ يقول لا أبرح حتى يغفرلي؛ لأنه عبادة لما فيه إظهار العبودية له وملازمة الأماكن المنسوبة له. (ترجمہ)اعتکاف اللہ تعالیٰ کی طرف قربت حاصل کرنا ہے اس کے گھر میں ٹھہر کر، اور دنیا سے اعراض کر کے اللہ تعالیٰ کی خدمت میں متوجہ ہو کر طلب رحمت کے لیے اور مغفرت کی طمع کے لیے۔ یہاں تک کہ عطاء خراسانیؒ نے فرمایا: معتکف کی مثال اس شخص کی ہے جو اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے سامنے ڈال دیتا ہے اور کہتا ہے کہ میں یہاں سے نہیں ہٹوں گا جب تک کہ تو مجھے بخش نہ دے۔اس لیے کہ یہ عبادت ہے بوجہ اس کے کہ اس میں اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب جگہ میں ٹھہر کر اللہ تعالیٰ کے لیے اظہار عبودیت کرنا ہے۔[البدائع والصنائع:۱۰۸/۲]

۳۔الاعتكاف عبادة مخصوصة لأنه لبث وقرار فى المسجد انتظار الصلوٰة.

[المحيط البرهانى:۵۰۷]

۴۔وقوله تعالىٰ: **وعهدنا الىٰ ابراهيم واسماعيل طهرا بيتى للطائفين والعاكفين والركع السجود.** اس آیت مبارکہ میں اعتکاف کو رکوع وسجود سے الگ ذکر کرنا بھی دلیل ہے کہ اعتکاف مستقل اور مقصود عبادت ہے۔

حاصل یہ ہے کہ اعتکاف عبادت مقصودہ عزیمت ہے۔عبادات میں حتی الوسع عزیمت پر عمل کیا جاتا ہے تو اشتغال بالاعتکاف عزیمت ہوگا۔

(۲)......اعتکاف انفرادی عبادت ہے۔

ابوداؤد شریف میں روایت ہے کہ:حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور بعض صحابہ کرام مسجد میں تھے انہوں نے اونچی آواز سے قرأت شروع کی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے معتکف سے سر (مبارک) باہر نکال کر فرمایا کہ تم میں سے ہر ایک اپنے رب سے مناجی (سرگوشی کرنے والا) ہے تو تم میں سے بعض بعض کو ہرگز بھی (بلند آواز کر کے) ایذاء نہ پہنچائیں۔[ابوداؤد،رقم الحدیث:۱۳۳۲]

اس حدیث مبارکہ سے چند حقائق معلوم ہوئے۔

حقیقت(۱):

اعتکاف انفرادی عبادت ہے۔ذیل میں اس کے کچھ دلائل ذکر کیے جاتے ہیں:

دلیل نمبر۱:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب اعتکاف کا ارادہ فرماتے تو فجر کی نماز پڑھ کر معتکف میں داخل ہوجاتے اور اعتکاف کے لیے خیمہ لگاتے۔علامہ نوویؒ فرماتے ہیں کہ:اس میں دلیل ہے کہ معتکف اپنے لیے کوئی جگہ خاص کرے اور اس میں اکیلا ہو بشرطیکہ لوگوں پر تنگی نہ ہو۔

دلیل نمبر۲:

علماء کرام نے لکھا ہے کہ:خلوت آخر مسجد یا صحن میں ہونا چاہئے تا کہ لوگوں پر تنگی نہ ہو۔اور خلوت انفراد کے لیے اکمل ہو۔[نووی شرح مسلم:۱/۳۷۱]

دلیل نمبر۳:

ایک حدیث مبارکہ میں ہے کہ:حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ازواجِ مطہرات کرامؓ نے بھی خیمے لگائے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ خیمے اکھڑوا دیئے۔خیمے اکھڑوانے کی حکمتیں بیان کرتے ہوئے ایک حکمت یہ بھی بیان کی جاتی ہے کہ اعتکاف سے مقصود جو امر مہم ہے ھو التخلی عن الأزواج و تعلقات الدنیا و شبه ذلك۔[نووی شرح مسلم:۱/۳۷۲]

دلیل نمبر۴:

ملا علی قاریؒ نے مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اعتکاف کی کیفیت بیان

کرتے ہوئے فرمایا: دخل المعتكف وانقطع وتخلى بنفسه، فإن كان فى المسجد يتخلى عن الناس فى موضع يستر عن أعين الناس. [مرقاۃ شرح مشکوٰۃ:۳۹۲/۴]

دلیل نمبر۵:

لأن الاعتكاف تقرب إلى الله تعالى بمجاورة بيته والإعراض عن الدنيا والإقبال على خدمته لطلب الرحمة وطمع المغفرة، حتى قال عطاء الخراسانیؒ: مثل المعتكف الذى القى نفسه بين يدى الله تعالى يقول لا أبرح حتى يغفر لى. [بدائع :۱۰۸/۲]

دلیل نمبر۶:

لأنه عبادة لما فيه من إظهار العبودية لله تعالى بملازمة الأماكن المنسوبة إليه.
[بدائع الصنائع: ۱۰۸/۲]

دلیل نمبر۷:

اعتکاف کی تین قسمیں ہیں: واجب۔[۱] مسنون۔ نفل۔ واجب اور نفل کا انفرادی ہونا تو ظاہر ہے۔ مسنون اعتکاف کفایہ ہے اگر ایک آدمی بھی کر لے محلّہ والے ترکِ اعتکاف کے وبال سے بچ جاتے ہیں۔ معلوم ہوا یہ بھی انفرادی ہے۔

حقیقت(۲):

اعتکاف اختیاری عبادت ہے۔ ہر معتکف اپنے اختیار سے جو عبادۃ بھی چاہے کر سکتا ہے، کسی عبادت کا اس کو پابند نہیں کیا جا سکتا۔ علامہ نوویؒ فرماتے ہیں کہ: معتکف کے لئے سوائے مسجد میں ٹھہرنے کے کوئی عبادت لازم نہیں۔

حقیقت(۳):

اعتکاف مستقل عبادۃ ہے۔ اس کو کسی اصلاحی نظام کے ساتھ مربوط نہیں کیا جا سکتا۔

حقیقت(۴):

معتکف حضرات ذکر وتلاوت اونچی آواز سے نہیں کر سکتے۔ تاکہ دوسرے معتکفین کو ایذاء نہ ہو۔

خلاصہ:

۱۔ اعتکاف عبادت مقصودہ ہے۔ ۲۔ اعتکاف انفرادی عبادت ہے۔

---

[۱] واجب یعنی نذر کا اعتکاف۔ یہ بھی انفرادی ہے، کیونکہ صرف ناذر پر لازم ہوتا ہے۔ جیسا کہ آگے آرہا ہے۔ ناشر ۱۲

۳۔اعتکاف مستقل عبادت ہے۔ ۴۔اعتکاف میں عبادۃ اختیاری ہے۔

۵۔معتکف حضرات کے لیے ذکر و تلاوت اونچی آواز سے جائز نہیں جس سے دوسرے معتکف کو ایذاء ہو۔

۶۔اعتکاف کا انفرادی عمل حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور خیر القرون سے ثابت ہے اعتکاف کا اجتماعی عمل ثابت نہیں۔

ان باتوں کو جاننے کے بعد اجتماعی اعتکاف کا حکم جاننے میں آسانی ہوگی۔

اجتماعی اعتکاف چند وجوہ سے بدعت ذکر کی جاتی ہیں۔

۱......خیر القرون حتی کہ اکابر علماء دیوبند سے اجتماعی اعتکاف ثابت نہیں لہٰذا بدعت ہوگا۔

۲......انفرادی عبادت کو اجتماعی قرار دینا بدعت ہے جیسا کہ نفل کی نماز کو جماعت کے ساتھ اجتماعی طور پر ادا کرنا بدعت ہوگا۔ اس میں اجتماعیت دُور دُور تک معلوم نہیں ہوتی، انفرادی عبادت کو اجتماعی بنا دینا احداث فی الدین ہے خصوصاً تداعی کے ساتھ۔

۳......اعتکاف عبادت مقصودہ ہے اور عبادت مقصودہ اور مستقل عبادت کو کسی نظام کے تابع کرنا بدعت ہے اور یہ احداث فی الدین ہے۔

۴......معتکف کو کسی عبادت کا پابند کرنا جب کہ شارع علیہ السلام نے معتکف کے لیے کسی عبادت کو مخصوص نہیں کیا یہ بدعت ہے۔

۵......ذکر بالجہر آواز سے آواز ملا کر اجتماعی طور پر کرنا خصوصاً اگر دوسرے کے لیے تکلیف کا باعث ہو جس کی صراحۃً ممانعت آئی ہے خلاف سنت ہونے کی وجہ سے بدعت ہے۔ مکتوبات امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی میں ہے:

''منع از ذکر جہری کنند کہ بدعت است باآنکہ ذوق وشوق بخشد'' [دفتر اول، حصہ چہارم مکتوب: ۲۳۱]

یعنی اگرچہ ذکر جہر سے ذوق وشوق پیدا ہوتا ہے لیکن بدعت ہونے کی وجہ سے مشائخ نقشبندیہ اس سے منع کرتے ہیں۔ اور اکابر نے جو انفرادی طور پر ذکر جہر کی اجازت دی ہے وہ بغرض علاج ہے۔ خود جہر مقصود نہیں ہے۔

بہر حال مروجہ مجالس ذکر بوجہ تداعی عام کے بدعت ہیں ان کو ترک کرنا چاہئے۔

اجتماعی اعتکاف اور مجمع اعتکاف میں فرق:

اجتماعی اعتکاف اور مجمع اعتکاف میں متعدد وجوہ سے فرق ہے جن میں سے چند درج ذیل ہیں:

ا......اجتماعی اعتکاف میں تداعی ہوتی ہے، اعلان ہوتے ہیں اور خصوصاً اب رمضان کے آخری عشرہ کا اجتماعی اعتکاف بھی شروع ہوگیا ہے۔

۲......بڑا اجتماعی اعتکاف فلاں مسجد میں ہوگا۔

۳......ایک شیخ کے مرید اجتماعی اعتکاف کی طرف لوگوں کو دعوت دیتے ہیں۔

اجتماعی اعتکاف میں اعتکاف جو کہ انفرادی اور اختیاری عبادت ہے اس کو اجتماعی بنا کر غیر اختیاری بنادیا جاتا ہے اور معتکف کو اختیار ہی نہیں رہتا کہ اپنی مرضی سے جو چاہے عبادت کرسکے، مثلاً: اگر اجتماعی اعتکاف میں نظام الاوقات ذکر کا ہے تو قرآن شریف کی تلاوت نہیں کرسکتا، اور اگر نظام الاوقات کلمہ شریف کے ذکر کا ہے تو درود شریف نہیں پڑھ سکتا، اگر اجتماعی نظام الاوقات دعا کا ہے تو اس میں شامل ہونا ضروری ہے، معتکف اپنی مرضی سے سو نہیں سکتا، اور اگر اجتماعی نظام الاوقات ذکر بالجہر کا ہے تو سراً ذکر نہیں کرسکتا، اور اسی طرح اگر اجتماعی نظام الاوقات وعظ کا ہے تو معتکف اس سے تخلف نہیں کرسکتا۔

اعتکاف ایک انفرادی عبادت ہے، اس میں اجتماعیت دُور دُور تک معلوم نہیں ہوتی، اکابر کا رمضان انفرادی اعتکاف، اختیاری ذکر اذکار، تلاوت، تصنیف پر مبنی ہوتا تھا، اس لیے انفرادی کو اجتماعی قرار دینا اور اختیاری کو غیر اختیاری قرار دینا احداث فی الدین ہے۔

<u>اس لیے اعتکاف کی صحت کے لیے اجتماعیت شرط اور موقوف علیہ تو کیا مستحبات سے بھی نہیں۔</u>

اجتماعی عبادت کو انفرادی بنادینا اور انفرادی عبادت کو اجتماعی بنادینا احداث فی الدین ہے۔ یہ نمازِ جنازہ کے بعد اجتماعی دعا کی طرح ہے کہ جنازہ کے بعد میت کے لیے دعا انفرادی ہے اور اجتماعی دعا بدعت ہے، پس تیسرا، چالیسواں اور اجتماعی دعا کے لیے جمع ہونا بدعت ہے۔

اعتکاف رمضان المبارک کے عشرہ اخیرہ میں سنت کفایہ ہے اور یہ خالص انفرادی اور

اختیاری عبادت ہے، دورانِ اعتکاف تلاوت، ذکر، نوافل اوراس کے علاوہ جس عبادت کی رغبت ہو معتکف کرے۔اس کا اجتماعی نظام کہ سب مل کر ایک ساتھ کلمہ مبارک کا ذکر کریں، درورشریف کا اجتماعی وردکریں، خیرالقرون سے ثابت نہیں اور فقہائے کرام میں سے بھی کسی نے اس کواجتماعی عبادت نہیں کہا۔

اکابر علماء دیوبند جواس خطہ میں اہل السنّت والجماعت فقہ حنفی کے امین ہیں، ان میں سے بھی کسی سے اجتماعی ذکر ثابت نہیں، البتہ بعض اکابر کے پاس مجمع معتکفین کا ہوجاتا تو وہ ان کی اصلاح وتربیت کے لیے کچھ معمولات بنالیتے تھے۔ چند کے مختصر معمولاتِ رمضان ذکر کیے جاتے ہیں:

حضرت حاجی امداداللہ مہاجر مکی رحمہ اللہ:

فرمایا: تمہاری تعلیم کے واسطے کہتا ہوں کہ عالم شباب میں اکثر راتوں کونہیں سویا، خصوصاً رمضان شریف میں بعد مغرب کے دوحافظ سواسوا پارہ عشاء تک سناتے تھے اور بعد عشاء کے دواور حافظ سناتے، ان کے بعد ایک حافظ نصف شب تک اوراس کے بعد دوحافظ تہجد کی نماز میں، غرض تمام رات اسی میں گزرجاتی تھی۔

حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی قدس سرہ:

اکثر اوراد، ذکر وتسبیح، تلاوت قرآن مجید اور صلوٰۃ التسبیح میں مشغول رہتے، نمازوں میں اور نمازوں کے بعد تخمیناً نصف قرآن کریم آپ کا یومیہ معمول تھا۔جس شب کی صبح کو پہلا روزہ ہوتا تھا آپ حُضارِ جلسہ(حاضرین) سے فرمادیا کرتے تھے کہ آج سے کچہری برخاست، رمضان کو بھی آدمی ضائع کرے تو افسوس کی بات ہے۔

حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمہ اللہ:

مولوی محمد قاسم صاحبؒ نے دوسال رمضان میں قرآن مجید یاد کیا، پھر کثرت سے پڑھتے تھے، ایک بارستائیس پارے ایک رکعت میں پڑھے، نوافل میں اگر کوئی اقتدا کرتا تو رکعت کرکے یعنی سلام پھیر کراس کومنع فرمادیتے، تمام شب تنہاء پڑھتے رہتے۔

حضرت شاہ عبدالرحیم رائے پوری رحمہ اللہ:

سارا وقت تلاوت میں صرف ہوتا تھا، رات دن کے چوبیس گھنٹوں میں شاید آپ ایک گھنٹہ

سوتے ہوں اوراسی لیے آپ کولوگوں سے وحشت ہوتی تھی کہ معمول تلاوت میں حرج ہوتا تھا۔

اپنی تلاوت کے علاوہ تین چار ختم سن لیا کرتے تھے، ماہ مبارک میں چونکہ تمام رات اور تمام دن تلاوت کلام اللہ جاری رہتی تھی اس لیے مہمانوں کوروک دیا کرتے تھے۔

حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ:

متعدد حفاظ باری باری سے کئی کئی پارے سناتے تھے، قاری بدلتے رہتے تھے مگر دو تین بجے تک اور کبھی بالکل سحری کے وقت تک اسی طرح کھڑے سنتے رہتے۔

حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ اور حضرت تھانویؒ:

ان کے رمضان اور غیر رمضان کے معمولات میں فرق نہیں پایا گیا کہ انہوں نے اجتماعی اعتکاف کیا ہو۔ یہ دونوں حضرات تصنیف وتالیف میں مشغول وقت گزارتے تھے۔

حضرت مدنی رحمہ اللہ:

تراویح میں قرآن خود سناتے تھے، مجمع دور دور سے آتا تھا ایک دو مکبر ضرور ہوتے تھے، عشرہ اخیرہ میں کئی مکبر ہوتے تھے، تراویح کے بعد طویل دعا ہوتی جس میں حاضرین پر گریہ وبکاء کا ایسا زور ہوتا تھا کہ بسا اوقات ساری مسجد گونج جاتی۔

تراویح کے بعد حضرت وعظ کے لیے کھڑے ہو جاتے ،لوگ اپنی اپنی مساجد سے تراویح کے بعد وعظ میں شرکت کے لیے مسجد میں آجاتے ،لوگوں کی کثرت کی وجہ سے مسجد میں جگہ نہ رہتی ،لوگ باہر کھڑے ہوتے آلہ مکبر الصوت (لاؤڈ سپیکر) کا انتظام کیا گیا، یہ وعظ بالکل اصلاحی ہوتا تھا، وعظ میں شرکت کرنے والوں کی تعداد ہزاروں میں ہوتی تھی۔ وعظ کے بعد حضرت ضروریات سے فارغ ہوکر مسجد میں تہجد کے لئے تشریف لے جاتے، جولوگ تہجد میں شرکت کے لئے دور سے آتے تھے وہ سب حضرت کے پہنچنے سے پہلے یا پہلی رکعت میں پہنچ جاتے تہجد میں دو قرآن کا معمول تھا ایک حضرت اور دوسرا مولانا جلیل احمد صاحب سناتے۔ حضرت تہجد کے لیے تشریف لے جاتے وقت بہت اہتمام کرتے کہ آہٹ نہ ہوکسی کی آنکھ نہ کھلے مگرلوگ فرطِ شوق سے خود ہی جاگ جاتے تھے۔

تہجد کی جماعت کے متعلق حضرت الاستاد مولانا محمد عبداللہ صاحبؒ شیخ الحدیث جامعہ رشیدیہ ساہیوال نے فرمایا کہ حضرت مدنیؒ نے ایک موقع پر فرمایا دیکھو بھائی میں نے تداعی نہیں کی۔

حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا رحمہ اللہ:

حضرت شیخ الحدیثؒ کے اکثر اعتکافات انفرادی تھے جب طالبین کا رجوع بڑھا تو طالبین کی اصلاح وتربیت کا اہتمام اوراس کی حرص اور شوق میں کچھ معمولات مقرر کردیئے گئے، اخیر زمانہ میں ہزاروں کا مجمع ہوتا تھا، یہ اعتکاف اجتماعی نہ تھا بلکہ مجمع معتکفین کی اصلاح کے لیے پروگرام مرتب کیے گئے، اس کو نہ مامور بہ قرار دیا جاسکتا ہے اور نہ ہی سنت قرار دیا جاسکتا تھا۔

کسی شیخ کے معتقدین کا اصلاح کی غرض سے کسی مسجد میں جمع ہوجانا یہ ''اجتماعی اعتکاف'' نہیں کہلاتا بلکہ ''مجمع اعتکاف'' کہلاتا ہے اور یہ جائز ہے۔ یہ ایسے ہی ہے جیسے کہ حرمین شریفین میں اعتکاف کے لیے لاکھوں لوگ جمع ہوجاتے ہیں ان کا یہ جمع ہوجانا اوراعتکاف کرنا مجمع اعتکاف کہلائے گا نہ کہ اجتماعی اعتکاف۔

مجمع معتکفین کے لیے معمولات:

فجر کے بعد زیارت ومصافحہ کے بعد لوگ سوجاتے حسبِ توفیق اٹھ کر نوافل وتلاوت وغیرہ میں مشغول ہوجاتے، نیند سے بیداری کا سلسلہ گیارہ بجے ہوتا، اس کے بعد وعظ ہوتا، تقریر کی اس مجلس میں حضرت شریک نہ ہوتے بلکہ حضرت کے خلفاء میں سے کوئی صاحب تقریر فرماتے مختصر دعا کے بعد یہ مجلس ختم ہوجاتی۔

ظہر کے بعد اعلان ہوجاتا کہ سنتوں کے بعد ختم خواجگان ہوگا جن کو طریقہ معلوم ہے آکے پڑھیں، بقیہ حضرات درود شریف پڑھتے رہیں پھر ذکر ہوگا جن کو کسی شیخ سے ذکر بالجہر کی اجازت ملی ہے وہ ذکر کریں اور باقی حضرات اپنے معمولات میں لگے رہیں۔ مولانا عبدالحفیظ مکی بالجہر دعا مانگتے۔ <u>دعا کے بعد لوگ ذکر کے لیے قبلہ رو ہوکر ذکر کرتے۔ کچھ لوگ دوازدہ تسبیح کا ذکر بالجہر کرتے کہ مسجد گونج جاتی۔</u>

خط کشیدہ عبارت سے معلوم ہوا کہ معتکفین کے لئے ذکر بالجہر کی کوئی پابندی نہ تھی بلکہ اپنے اپنے شیخ کی ہدایت کے مطابق ذکر کرنے میں آزاد تھے۔

عصر کے بعد والی مجلس کا بہت اہتمام فرماتے تھے۔ فرماتے تھے اس ناکارہ کا معمول تیس سال سے یہ ہے کہ عصر کی بعد کی مجلس میں اپنے اکابر کے سوانح یا ان کے ملفوظات یا عام فہم تالیف

سنا کرتا ہوں جس کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ اس وقت مہمانوں کے علاوہ تیس چالیس تو اوسطاً ہوتے ہیں، مقامی حضرات بھی ملنے کے لئے آتے رہتے ہیں جن کی وجہ سے میرا جی چاہتا ہے کہ ان اکابر کے جواہرات میں سے کچھ ان کے کان میں بھی پڑ جائے جو ان کی دارین کے لیے مفید ہو، وعظ ونصیحت تو ناکارہ کو آتا نہیں، اِدھر اُدھر کی فضول باتوں میں وقت ضائع کرنے کو جی نہیں چاہتا۔ میرے اکابر کو اللہ جل شانہ نے اپنے فضل وکرم سے اتباع کا وافر حصہ عطا فرمایا ہے۔

تراویح کے بعد اعلان ہو جاتا تھا کہ پہلے سورۃ یٰس کا ختم ہوگا پھر دعا ہوگی، مولانا عبدالحفیظ صاحب باآواز بلند دعا کراتے، دعا کے بعد درود وسلام کی چہل حدیث اکابر کا رمضان اور فضائل رمضان میں سے کوئی کتاب پڑھی جاتی۔

شب بیداری:

ساری رات جاگنے والوں کی تعداد زیادہ ہوتی تھی دو دو یا چار چار کی جماعت بنا کر نفل میں قرآن پاک سننے سنانے کا معمول تھا ان کے علاوہ لوگ تلاوت کلام پاک ذوق وشوق سے کرتے تھے۔ مسجد کا پورا صحن انہی حضرات سے بھرا ہوتا تھا، کچھ تنہا نفل پڑھتے، کچھ لوگ جماعت سے نفل ادا کرتے، کچھ تلاوت میں مشغول ہوتے کوئی دعا اور تضرع وزاری میں اور کوئی ذکر وتسبیح میں مست ہوتا۔ [اکابر کا رمضان ص ۷۹ تا ۸۴ از مولانا عبدالعظیم ندوی مظاہری]

''حضرت شیخ کا اعتکاف اجتماعی نہ تھا'' اس کے دلائل:

۱......عصر کی بعد کی مجلس میں اپنے اکابر کے سوانح یا ان کے ملفوظات یا عام فہم تالیف سنا کرتا ہوں جس کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ اس وقت مہمانوں کے علاوہ تیس چالیس تو اوسطاً ہوتے ہیں، مقامی حضرات بھی ملنے کے لیے آتے رہتے ہیں جن کی وجہ سے میرا جی چاہتا ہے کہ ان اکابر کے جواہرات میں سے کچھ ان کے کان میں بھی پڑ جائے جو ان کی دارین کے لیے مفید ہو، وعظ ونصیحت تو ناکارہ کو آتا نہیں، اِدھر اُدھر کی فضول باتوں میں وقت ضائع کرنے کو جی نہیں چاہتا۔

۲......ظہر کی نماز ختم ہوتے ہی اعلان ہو جاتا کہ سنتوں کے بعد ختم خواجگان ہوگا جن کو طریقہ معلوم ہے آکے پڑھیں بقیہ حضرات درود شریف پڑھتے رہیں پھر ذکر ہوگا جن کو کسی شیخ سے ذکر بالجہر کی اجازت ملی ہے وہ ذکر بالجہر کریں اور باقی حضرات اپنے معمولات میں لگے رہیں۔

۳......مسجد کا پورا صحن شب بیداری کرنے والے حضرات سے بھرا ہوتا تھا کچھ تنہا نفل پڑھتے، کچھ لوگ جماعت سے نفل ادا کرتے، کچھ تلاوت میں مشغول ہوتے کوئی دعا اور تضرع وزاری میں اور کوئی ذکر و تسبیح میں مست ہوتا۔

۴......جن کو ذکر بالجہر کی اجازت ہے وہ ذکر بالجہر کرتے باقی حضرات تسبیحات اور معمولات میں مشغول رہتے۔

۵......حضرت شیخ بار بار فرماتے جتنا جی چاہے ساتھی سوئیں اور کھائیں لیکن باتیں نہ کریں کہ یہ سب سے زیادہ مضر ہے، اس کی باقاعدہ اجازت حاصل ہے کہ معتکفین نماز کے اوقات کے علاوہ جس وقت چاہیں سوتے رہیں، دوسرا اُن کی نیند میں مخل نہ ہو۔

حضرت اپنے ایک مکتوب میں فرماتے ہیں:

''اپنے یہاں کے ہجوم کے متعلق آپ کو معلوم ہوگا کہ میں کئی سال سے مولوی منور اور مفتی محمود وغیرہ خصوصی احباب سے بار بار یہ سوال کرتا تھا کہ اس میلہ سے جو رمضان میں یہاں لگتا ہے فائدہ زیادہ ہے یا نقصان؟''

اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ اعتکاف کے لئے اجتماع کی تداعی نہ ہوتی تھی۔

حضرت شیخ رحمہ اللہ کے ایک اجتماع کی روئیداد:

باسمه تعالى و تقدس. نحمده و نصلى على رسوله الكريم. أما بعد!

بندہ عبدالحمید مدرس جامعہ خیر المدارس ملتان

مدرسہ دارالعلوم پیپلز کالونی فیصل آباد میں ماہ رمضان المبارک ۱۴۰۰ھ میں اعتکاف بیٹھا، حضرت اقدس مولانا مفتی زین العابدین رحمہ اللہ کے زیر اہتمام مدرسہ کی جامع مسجد میں اعتکاف کا بندوبست اس طرح تھا کہ:

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلوی رحمہ اللہ

حضرت مولانا مفتی محمود الحسن صاحب مفتی دارالعلوم دیوبند

حضرت مولانا۔۔۔۔۔۔شیخ الحدیث مدرسہ عربیہ..................مراد آباد ھندوستان

حضرت مولانا شیخ الحدیث رحمہ اللہ کے داماد

حضرت شیخ الحدیث رحمہ اللہ کے قائم مقام نوجوان شیخ الحدیث مظاہر العلوم سہارنپور

حضرت شیخ الحدیث رحمہ اللہ کے صاحبزادہ مولانا محمد طلحہ صاحب مدظلہ العالی

حضرت شیخ الحدیث رحمہ اللہ کے خلیفہ مجاز حضرت مولانا عبدالحفیظ مکی مدظلہ

جناب حضرت صوفی محمد اقبال صاحب

حضرت مولانا محمد احسان صاحب رائے ونڈ لاہور

اور دیگر حضرات مختلف ممالک اور اندرون ملک سے تشریف فرما تھے۔

''روزانہ کے معمولات'' میں سے چند یہ تھے:

۱...... روزانہ مسجد میں بعد از نمازِ ظہر چند روز تک حضرت مولانا محمود الحسن صاحب بیان فرماتے رہے جو آدھ گھنٹے سے کم ہوتا تھا، کچھ دن دوسرے حضرات کا بیان ہوا۔

۲...... مراد آباد کے شیخ الحدیث روزانہ چہل حدیث کی تلاوت کرتے جو کہ اونچی آواز سے ہوتی تھی۔

۳...... ایک وقت میں جو کہ عشاء کے بعد ہوتا حضرت شیخ الحدیث رحمہ اللہ مسجد میں موجود کنٹین کا دروازہ کھلنے پر ویل چیئر پر تشریف رکھتے، ہم زائرین زیارت کرتے رہتے تھے اس دوران حضرت مولانا عبدالحفیظ صاحب مکی مدظلہ درس حدیث دیتے تھے، بعض اوقات حضرت شیخ الحدیث رحمہ اللہ بھی بیان فرماتے۔ ایک بار حضرت شیخ الحدیث صاحب رحمہ اللہ نے بخاری شریف کے شروع میں بسم اللہ نہ لکھنے کی مبسوط تشریح فرمائی تھی اور اس دوران امام بخاری رحمہ اللہ کی خواب میں ملاقات اور گفتگو کا بھی ذکر فرمایا تھا۔

۴...... روزانہ حضرت شیخ الحدیث رحمہ اللہ کی موجودگی میں حضرت مولانا محمد احسان صاحب (رائے ونڈ لاہور) اعلان فرماتے کہ حضرت شیخ الحدیث فرماتے ہیں کہ معتکفین حضرات جتنا چاہیں کھائیں، پیئیں، جتنا چاہیں نیند کریں لیکن ایک چیز کا ضرور خیال کریں کہ آپس میں باتیں نہ کریں۔

۵...... بعد از مغرب اور بعد از تراویح تمام معتکفین انفرادی اعمال میں آزادی سے عمل کرتے، کوئی نماز میں، کوئی تلاوت میں، کوئی سونے میں ہوتا، کہیں دو دو چار چار آدمی نفلی جماعت میں ہوتے۔

۶...... ایک بار بندہ کے مشفق ومہربان استاد حضرت اقدس حضرت مولانا ظفر احمد قاسم صاحب زیدہ مجدہ [مہتمم وبانی جامعہ خالد بن ولید، ٹھنگی کالونی وہاڑی] تشریف لائے اور بندہ کو فرمایا کہ

دو رکعت نفل اس طرح پڑھیں کہ تو امام بن جا۔ بندہ نے حکم مانتے ہوئے دو رکعت میں سورۃ البقرہ مکمل پڑھ لی، سلام پھیرنے پر حضرت استاد مکرم نے تھکان کا نام تک نہ لیا۔ غرضیکہ انفرادی اعمال اس طرح سرانجام دیئے جاتے تھے۔

۷...... کسی عمل کے لیے مسجد میں تداعی یا اعلان نہ ہوتا تھا بیک وقت کئی اعمال ہوتے رہتے۔

۸...... چند مخصوص راتوں میں رات گئے جب ہجوم کم ہو جاتا تو حضرت شیخ الحدیث رحمہ اللہ مخصوص حضرات کو صحاح ستہ پڑھانے کی اجازت بھی مرحمت فرماتے تھے۔ انہی راتوں میں ایک رات میں بندہ کے مربی و محسن پیر و مرشد حضرت استاد مکرم حضرت مولانا مفتی عبدالقادر صاحب رحمہ اللہ شیخ الحدیث مدرسہ دارالعلوم عیدگاہ کبیر والا کی مہربانی اور توجہ سے جہاں اور حضرات کو صحاح ستہ پڑھانے کی تحریری اجازت عنایت فرمائی جن میں حضرت مفتی صاحب اور حضرت مولانا ارشاد احمد صاحب (مہتمم دارالعلوم کبیر والا) حضرت مولانا عبدالرحمٰن جامیؒ (شیخ الحدیث جامعہ رحیمیہ ملتان) بھی شامل تھے۔

بندہ کو حضرت اقدس مولانا عبدالحفیظ صاحب مکی مدظلہ کے دست مبارک سے رات کو دو بجے تحریری اجازت نامہ عنایت فرمایا گیا۔ جس کو گزشتہ دنوں بندہ نے حضرت اقدس حضرت مولانا عبدالحفیظ مکی مدظلہ کو اس وقت دکھایا جب وہ حضرت اقدس حضرت مولانا قاری محمد حنیف جالندھری مدظلہ وزیدہ مجدہ (مہتمم جامعہ خیر المدارس ملتان) کی صاحبزادی کے عقد نکاح کی مجلس میں شرکت کے لیے جامعہ خیر المدارس ملتان کے مہمان خانہ میں تشریف فرما تھے۔

۹...... حضرت شیخ الحدیث رحمہ اللہ اور دیگر تمام حضرات نے نماز عید الفطر دارالعلوم فیصل آباد میں پڑھی تھی۔ نماز کے بعد بندہ نے دیکھا کہ حضرت مولانا مفتی محمود حسن صاحب مفتی دارالعلوم دیوبند نے مصافحہ کرنے والے لوگوں سے مصافحہ نہیں فرمایا۔ شاید عید ملن سے اجتناب فرمایا۔

۱۰...... معتکفین سے مسجد کا ہال اور بالائی حصہ دونوں بھر گئے تھے، معتکفین کے طعام کا بندوبست مدرسہ میں تھا۔ ہم نے سنا تھا کہ مدرسہ کی طرف سے نہ تھا بلکہ کسی مخیرؒ کی طرف سے تھا۔ کیا ہی خوب تھا وہ رمضان المبارک۔

کتبہ عبدالحمید عفی عنہ......۱/۶/۱۴۳۳ھ

اعتکاف کی مجلس میں نعت خوانی:

۱......مغرب وعشاء کے درمیان چند احباب اور بھی حاضر باش تھے تو بسمل نامی ایک بہت ہی اچھے نعت خوان تشریف لائے اور حضرت کو نعت سنانے کی درخواست کی تو حضرت نے انکار فرمادیا اور فرمایا بدعات اسی طرح شروع ہوا کرتی ہیں، عرس کی ابتداء بہت اچھی تھی وہ یہ کہ جب کسی شیخ کا انتقال ہوجاتا تو ان کے خلفاء اور متوسلین مشورہ کرتے کہ سال میں ایک مرتبہ جمع ہوں اور جگہ شیخ کے مزار کی تجویز ہوتی اور تاریخ شیخ کے وصال کی متعین ہوتی کہ سب کو یاد رہے یہ ابتداء تھی اور اب عرسوں کا کیا حال ہے۔

۲......مدینہ پاک میں عصر کے بعد عمومی مجلس ہوا کرتی تھی، ایک دفعہ جناب عبدالعزیز شرقی صاحب جو کہ مشہور شاعر اور نعت خوان ہیں مجلس میں تشریف لائے تو مولانا عبدالرزاق صاحب مراد آبادی نے حضرت سے عرض کی کہ حضرت! شرقی صاحب موجود ہیں اور نعت بڑی اچھی پڑھتے ہیں حضرت کو کچھ سنانا چاہتے ہیں حضرت نے فرمایا: ''نہ بھئی نہ''

شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحبؒ کے خلفاء ومتعلقین سے گزارش:

حضرت شیخ کا اعتکاف ''اجتماعی'' نہ ہوتا تھا بلکہ حضرت کی محبت میں معتکفین ہزاروں کی تعداد میں جمع ہوجاتے تھے، اس میں حضرت شیخ مرحوم کا ''اجتماعی اعتکاف'' کا ارادہ نہ ہوتا تھا، البتہ اتنے مجمع کو نفع پہنچانے کے لیے دستور العمل تجویز کرلیا گیا تاکہ آنے والوں کو فائدہ پہنچے۔ اس اعتکاف میں نہ سب کو ایک ہی معمول میں پابند کیا جاتا اور نہ ہی اختیاری عبادت کرنے والوں کو روکا جاتا۔

حضرت شیخؒ کے اکثر اعتکاف انفرادی تھے جن میں سے ۱۳۸۵ھ کے اعتکاف کے معمولات ذکر کیے جاتے ہیں۔

بعد مغرب ۶/ پارے، استماع تراویح اوسط ۳/ پارے، اس کے بعد فضائل کی کتاب ۱۲/ بجے تک، تہجد میں ۶/ پارے، چاشت میں ۶/ پارے، سنن ظہر ۳/ پارے، بعد ظہر بالنظر ۸/ پارے، بعد عصر سماع (مولانا محمد) یحیٰ (کاندھلویؒ) وغیرہ ۳/ پارے، کل میزان ۳۵/ پارے۔

[اکابر کا رمضان:۳۴]

حضرت کے دونوں قسم کے اعتکافات کی مثالیں ذکر کردی ہے تاکہ قارئین کو معلوم ہو کہ

حضرت شیخ کے اعتکاف کے اجتماع میں نہ دعوت ہوتی تھی اور نہ ہی تداعی ہوتی تھی۔

اب اس دستورالعمل کو معمول قرار دے کر ''اجتماعی اعتکاف'' جاری کرنا بدعت ہے کیونکہ اعتکاف کی صحت وقبولیت کے لیے اجتماع شرط نہیں اور نہ ہی ضرورت ہے اور شریعت میں غیرضروری کو ضروری قرار دینا بدعت ہے۔

حضرت حکیم الامت تھانویؒ نے فرمایا کہ مامور بہ معمولات انبیاء علیہم السلام (یا خیرالقرون کے اعمال) ہیں، کسی امتی کے معمولات مامور بہ نہیں۔

ان اجتماعی اعتکافات کے رواج اور اس بدعت کی ترویج سے بچانے کے لیے بندہ نے یہ تحریر درج کی ہے تاکہ بدعت کے فتنہ سے محفوظ ہوکر امت سنت پر عامل ہو جائے۔

تحقیق واقعہ:

تقریباً بیس سال قبل حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا رحمہ اللہ کے خلیفہ صوفی محمد اقبال صاحب مرحوم نے جامعہ خیرالمدارس کی مسجد میں ایک ماہ کا اعتکاف کیا۔ ہم اساتذہ اس میں بخوشی شریک ہوتے رہے، حضرت مولانا منظور احمد صاحب مدظلہ نعتیں پڑھتے تھے، ہمیں کسی قسم کی بدعت کا خیال نہ گزرا، لیکن جامعہ خیرالمدارس کے صدر مدرس مولانا محمد شریف مرحوم نے اسکو بدعت قرار دے کر اس رمضان المبارک میں جامعہ میں آنا چھوڑ دیا تھا۔ اور اس وقت کے ناظمِ اعلیٰ مولانا اصغرعلی صاحبؒ نے بھی اس کو بدعت محسوس کرتے ہوئے مفتی عبدالرؤف صاحب مدظلہ سے رجوع کیا تو انہوں نے اس کو جائز قرار دیتے ہوئے تین صورتوں میں بند کرنے کا حکم لگایا۔

۱......اعتکاف میں کوئی شرعی منکر شامل ہو یا حدودِ شرعیہ سے تجاوز ہو تو یہ ممنوع ہوگا۔

۲......اجتماعی اعتکاف کو انفرادی سے افضل سمجھا جائے تو بدعت ہوگا۔

۳...... پورے ماہ رمضان کا اعتکاف اس التزام سے کیا جائے کہ مسنون سمجھا جانے لگے تو ممنوع ہوگا۔ نیز پورے ماہ رمضان المبارک کے اجتماعی نفلی اعتکاف اور اجتماعی ذکر و درود کی مجالس کے انعقاد کی ہر سال پابندی سے احتیاطاً اجتناب کرنا چاہیئے۔

مفتی اصغرعلی صاحب مرحوم اس فتویٰ سے مطمئن نہ ہوئے تو انہوں نے یہ فتویٰ مفتی عبدالشکور صاحب ترمذی رحمہ اللہ علیہ کو ارسال کیا تو حضرت مفتی عبدالشکور صاحب ترمذی مرحوم نے حضرت

مولانا عبدالرؤف صاحب مدظلہ کو مخاطب کر کے مفصل فتویٰ تحریر فرمایا۔ یہ دونوں فتاویٰ ۱۴۱۳ھ کے ہیں بندہ کو دوسال قبل تک ان کا علم نہ تھا۔

دوسال قبل بندہ کو اجتماعی اعتکاف کے بدعت ہونے کا شبہ گزرا تو تحقیق کرنے سے یہ بات ثابت ہوئی کہ ''اجتماعی اعتکاف'' بدعت ہے۔ پھر بندہ نے اپنی رائے پر بے اعتمادی کرتے ہوئے علماء مفتیین سے رجوع کیا۔ جن حضرات نے اس کے بدعت ہونے کی تصدیق کی ان کی آراء اس کتابچہ میں درج ہیں ان کے ناموں کی فہرست آخری صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں۔

علماء کی آراء

مفتی اصغر علی صاحب دامت برکاتہم [دارالعلوم کراچی]:

باسمہ تعالیٰ: ...... جامعہ خیر المدارس کے شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد صدیق صاحب دامت فیوضہم نے ''اجتماعی اعتکاف'' کے بارے میں ایک طویل مضمون تحریر فرمایا ہے، ابتداء میں سنت اور بدعت کی تعریف اس کی اقسام اور آخر میں چل کر ثابت کیا ہے کہ: اجتماعی اعتکاف بدعت ہے جو کہ واجب الترک ہے۔ بندہ کی نظر میں مضمون درست ہے۔ حضرت مولانا عبدالرؤف سکھروی صاحب دامت برکاتہم سے گزارش ہے کہ اس مضمون کو ملاحظہ فرما کر اس کی تصدیق وتائید فرمائیں، اگر کوئی سقم ہو تو اس کی اصلاح فرمادیں۔　　اصغر علی ربانی

مفتی عبدالرؤف سکھروی صاحب دامت برکاتہم [دارالعلوم کراچی]:

مکرمی ومحترمی جناب حضرت شیخ الحدیث صاحب دامت برکاتہم العالیہ!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ　　امید ہے مزاج گرامی بخیریت ہوں گے۔

اجتماعی اعتکاف سے متعلق آپ کے مضمون کا مطالعہ کیا، اس میں اجتماعی اعتکاف سے متعلق اس حد تک بات درست ہے کہ اگر اجتماعی اعتکاف میں کوئی شرعی منکر شامل ہو یا حدود شرعیہ سے تجاوز ہو تو یہ ممنوع ہوگا۔ اسی طرح اگر اجتماعی اعتکاف کو انفرادی اعتکاف سے افضل سمجھا جانے لگے یا پورے ماہ کے اعتکاف کا اس طرح التزام کیا جائے کہ جس سے پورے ماہ کے اعتکاف کو مسنون سمجھا جانے لگے تو اس صورت میں منع کیا جائے گا۔ لیکن اس مضمون سے مطلقاً یہ مفہوم ہوتا ہے کہ انفرادی عبادت کو اجتماعی طور پر کرنا مطلقاً احداث فی الدین ہے اور اجتماعی اعتکاف اس میں داخل ہے۔ تو یہ بات محلِ نظر ہے اور

ہمیں درست معلوم نہیں ہوتی۔ بلکہ اجتماعی اعتکاف کے حکم میں دوشقیں ہونی چاہییں کہ اگر ایسا اعتکاف ہرقسم کے مفاسد اور منکرات سے خالی ہو تو فی نفسہ جائز ہے اور اگر اس میں منکرات و مفاسد پائے جائیں تو جائز نہیں۔ لہٰذا اجتماعی اعتکاف کے اطلاق کو مذکورہ بالا قیودات کے ساتھ مقید کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے۔ اس سلسلہ میں دارالافتاء جامعہ دارالعلوم کراچی سے ایک فتوی کافی عرصہ پہلے جاری ہوا تھا اس کی بھی ایک عدد فوٹو کاپی منسلک ہے۔ اس کا خلاصہ بھی یہی ہے جو اوپر لکھا گیا ہے۔

والسلام...... بندہ عبدالرؤف سکھروی...... مفتی جامعہ دارالعلوم کراچی، یکم شعبان ۱۴۳۲ھ ۴ جولائی ۲۰۱۱ء

مفتی محمد عیسیٰ صاحب دامت برکاتہم [جامعہ فتاح العلوم گوجرانوالہ]:

بخدمت استاذ العلماء مکرمی شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد صدیق صاحب مدظلہ العالی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ آپ کا مسودہ اجتماعی اعتکاف یا مجمع اعتکاف پڑھا۔ احیائے سنت اور ردِ بدعت کے سلسلے میں یہ ایک اچھی کوشش ہے، جزاک اللہ خیرا۔ اللہ تعالی اسے قبول فرمائے۔ درخواست ہے کہ تمہید میں طوالت ہوگئی ہے، اسے مختصر کریں اور اصل مقصد میں سہل تعبیر اختیار فرمائیں۔ راقم الحروف نے کچھ تصحیحات تحریر کی ہیں ان پر غور فرمالیں۔

والسلام......محمد عیسی عفی عنہ......جامعہ فتاح العلوم (دارالافتاء)

مفتی محمد اسحاق صاحب دامت برکاتہم [مفتی: جامعہ خیرالمدارس ملتان]

الحمد لله وحده والصلوة واسلام على من لانبى بعده، أمابعد!

بندہ محمد اسحاق [مفتی: خیرالمدارس ملتان] نے حضرت شیخ الحدیث صاحب دامت برکاتہم العالیہ کا تحریر کردہ رسالہ الموسومہ ''اجتماعی اعتکاف یا مجمع اعتکاف'' ابتداء سے آخر تک پورے غور وخوض سے پڑھا، الحمد للہ جس مقصد اور موضوع پر رسالہ کو تحریر کیا گیا ہے نہایت عمدہ، آسان اور مدلل طریقہ کے ساتھ موضوع کو تمام جزئیات سمیت قلمبند کیا گیا ہے۔ اس میں کوئی حصہ اور جز کو متاخرین کے لیے قابلِ تشنہ نہیں چھوڑا جس پر متاخرین کے لئے قلم اٹھانے کی ضرورت پڑے۔ فالحمد للہ علی ذلک۔

مفتی محمد انور اوکاڑوی صاحب دامت برکاتہم [رئیس شعبہ الدعوۃ والارشاد: جامعہ خیرالمدارس ملتان]

حامدا ومصليا ومسلما: ...... بعض بے اعتدالیاں اجتماعی اعتکافات کی صورت میں سامنے آرہی ہیں۔ اعتکاف کے فضائل ہیں، محل اعتکاف کے فضائل تو منقول ہیں کہ سب سے افضل

اعتکاف مسجد حرام میں ہے، پھر مسجد نبوی علی صاحبہا الصلوۃ والسلام میں، پھر مسجد اقصیٰ میں پھر جامع مسجد میں، بشرطیکہ اس میں جماعت ہوتی ہو، اگر جامع مسجد میں جماعت نہ ہوتی ہو تو اپنی مسجد افضل ہے تاکہ خروج کی ضرورت نہ پڑے، پھر جس مسجد کے نمازی زیادہ ہوں۔[شامی:۴۴۱/۲] مگر شیوخ کے اعتبار سے فضیلتِ اعتکاف کہیں نظر سے نہیں گزری۔ رمضان میں اپنے اپنے شیوخ کے ہاں رمضان گزارنے کا تو معمول خانقاہوں میں چلا آ رہا ہے، مگر صرف اعتکاف کی نیت سے اسفار کا معمول چند ایام سے ہی نظر آنے لگا ہے، پھر یہاں بھی یہ باتیں نظر آ رہی ہیں کہ اوقات عبادت و آرام بھی شیخ کے حکم کے مطابق ہوں اور بعض اوقات جو موجود شیخ کے متعلقین نہیں ان کو بھی جبراً ایسے نظم کا پابند بنایا جاتا ہے، یہ تمام چیزیں بھی قابل اصلاح ہیں۔ان پابندیوں پر بعض اثرات کا مرتب ہونا یہ دلیل نہیں بن سکتی۔ ہر مجاہدے پر کوئی نہ کوئی اثر ضرور مرتب ہوتا ہے جیسا کہ پہلے عرض کیا گیا ہے۔اللہ تعالیٰ مزاج شریعت سمجھ کر اکابر کے ساتھ منسلک رہنے کی توفیق عطا فرمائیں۔آمین

حضرت مفتی واجد حسین صاحب دامت برکاتہم [جامعہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ]

الجواب حامدا و مصليا:......اعتکاف کا مقصد اور روح یہ ہے کہ معتکف مکمل طور پر اپنے آپ کو اللہ کی عبادت کے لیے فارغ کر دے اور اس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرے اور ان تمام دنیوی مشاغل سے اپنے آپ کو دور رکھے جو اس قرب کے حصول میں رکاوٹ اور مانع ہوں۔اس مقصد کے حصول میں اگر کسی خاص مسجد کا انتخاب کیا جائے جہاں کسی بزرگ اور اہل اللہ کی صحبت میسر ہو اور معتکف ان سے اپنے باطن کی اصلاح کروا سکے تو یہ فی الجملہ درست ہے، گو اس بناء پر وہاں اجتماع ہو جائے، اسی طرح اگر اعتکاف کے لیے ایسی بڑی جامع مسجد کا انتخاب کیا جائے جہاں نمازی زیاہ ہوں درست ہے۔

لما فی الهندية: وأما محاسنه فظاهرة فان فيه تسليم المعتكف كليته إلى الله تعالى فى طلب الزلفى وتبعيد النفس من شغل الدنيا التى هى مانعة عما يستوجب العبد من القربى الخ.[هنديه:۲۱۲/۱]

وفى البحر الرائق: ويلازم قراء ة القرآن والحديث والعلم والتدريس ويسر النبى ﷺ وقصص الأنبياء وحكايات الصالحين و كتابة أمور الدين.[۵۳۲/۴۔رشیدیہ]

وفی بدائع الصنائع: فأفضل الاعتكاف أن يكون فی المسجد الحرام، ثم فی مسجد المدينة، وهو مسجد رسول الله ﷺ، ثم فی المسجد الأقصى، ثم فی المسجد الجامع، ثم فی المساجد العظام التی كثر أهلها وعظم.[بدائع الصنائع:۲۸۱/۲رشیدیہ]

لیکن سوال میں مذکورہ طریقہ جس میں معتکف پیر صاحب کی طرف سے متعین کردہ ذکرو عبادت کا پابند ہو، کوئی اور عبادت نہ کرسکے اس لیے درست نہیں کہ اعتکاف میں کوئی مخصوص ذکر وعبادت نہیں اور یہاں اس کو خاص کردیا گیا ہے اور پھر نفل عبادت پراس درجہ التزام واصرار عندالفقہاء مکروہ اور بدعت ہے۔اسی طرح مکمل رمضان کے اعتکاف کو سنت سمجھنا بھی غلط ہے۔لہٰذا اجتماعی اعتکاف کا مذکورہ طریقہ واجب الترک ہے۔

قال النووی: ليس للاعتكاف ذكر مخصوص ولا فعل آخر سوى اللبث فی المسجد بنية الاعتكاف.[شرح المسلم "الکامل"للنووی:۳۷۱/۱]

وفی السعاية: من أصر على أمر مندوب وجعله عزمًا ولم يعمل بالرخصة فقد أصاب منه الشيطان من الاضلال فكيف من أصر على بدعة أو منكر......وقد مر أن الإصرار على المندوب يبلغه إلى حد الكراهة. [السعاية:۲۶۳/۲تا۲۶۵]

وفی الاعتصام ومنها التزام العبادات فی أوقات معينة لم يوجد لها ذلك التعيين فی الشريعة.[الاعتصام:۳۹/۱]

وفی الهندية: وينقسم: إلى واجب: وهو المنذور تنجيزا أو تعليقا، وإلى سنة: مؤكدة وهو ذی العشر الأخير من رمضان، وإلى مستحب: وهو ما سواهما. هكذا فی فتح القدير.[ہندیہ:۲۱۱/۱] فقط والله أعلم بالصواب

واجد حسین عفی عنہ۲۱صفر۱۴۳۳ھ مفتی جامعہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ پاکستان

مفتی محمد رضوان صاحب راولپنڈی:

اجتماعی اعتکاف کا شرعی حکم:

اعتکاف کی شرعی حقیقت اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کے لئے مسجد میں ٹھہرنا ہے۔اورحنفیہ کے نزدیک اس کی تین قسمیں ہیں۔

ایک نفل،دوسری واجب اور تیسری مسنون۔

رمضان المبارک کے آخری عشرہ کا اعتکاف مسنون اعتکاف کہلاتا ہے جو کہ مکمل عشرے کا اعتکاف ہے۔ اگر کوئی اس سے کم وبیش مدت کا اعتکاف کرے تو وہ نفلی اعتکاف کہلاتا ہے الا یہ کہ اعتکافِ منذور ہو یا شروع کیا گیا مسنون اعتکاف ہو، اداءً أو قضاءً.

لیکن اعتکاف خواہ کسی بھی قسم کا ہو وہ عام نفل نمازوں کی طرح انفرادی عبادت ہے، اجتماعی عبادت نہیں۔

واجب اور نفل اعتکاف کا انفرادی عبادت ہونا تو ظاہر ہے کیونکہ واجب اعتکاف یا تو نذر ماننے سے وجود میں آتا ہے اور نذر کا تعلق ناذِر کی ذات سے ہے اسی وجہ سے جس ناذر کی نذر جتنے دِنوں کی ہوا تنے ہی دنوں کا اعتکاف واجب ہوا کرتا ہے یا واجب اعتکاف مسنون اعتکاف شروع کرنے کے بعد وجود میں آتا ہے (جس کا ذکر آگے آتا ہے) اور نفل اعتکاف کی کوئی مدت مقرر نہیں، ہر شخص کو اپنے طور پر اختیار ہے خواہ کتنی ہی مدت کا اعتکاف کرے۔

جہاں تک مسنون اعتکاف کا تعلق ہے تو فقہائے کرام نے اس کو بھی سنتِ مؤکدہ علی الکفایہ قرار دیا ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ اگر کسی مسجد میں ایک شخص بھی اعتکاف کر لے۔ تو اس علاقے کے دیگر لوگوں کے اعتکاف کی سنت ادا ہو جاتی ہے جس سے صاف ظاہر ہے کہ مسنون اعتکاف بھی انفرادی عبادت ہے۔

یہی وجہ ہے کہ مسنون اعتکاف کا مسلسل اور پابندی کے ساتھ کرنا آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے تو ثابت ہے لیکن آپ کے ساتھ دیگر صحابہ کرامؓ کا تواتر کے ساتھ اعتکاف کرنا بلکہ دیگر حضرات کو اس کو تاکید فرمانا بھی ثابت نہیں۔

البتہ بعض اوقات آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بعض صحابہ کرام کا اعتکاف فرمانا ثابت ہے۔

لیکن وہ بھی ہر ایک کے انفرادی اعتکاف کے طور پر تھا، یہی وجہ ہے کہ احادیث میں ہے کہ جب تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو لیلۃ القدر کے آخری عشرہ میں ہونے کا نہیں بتلایا گیا تھا۔ اس وقت تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اور آپ کے ساتھ بعض صحابہ کرامؓ نے پہلے عشرہ کا پھر دوسرے عشرہ کا اعتکاف فرمایا پھر جب آپ کو آخری عشرہ میں لیلۃ القدر کا ہونا بتلایا گیا۔ تو آپ نے تیسرے عشرے کا

مسنون اعتکاف فرمایا۔لیکن ساتھ ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیگر صحابہ کرامؓ کو اختیار دیدیا کہ ان میں سے جو شخص آخری عشرے کا اعتکاف کرنا چاہے تو وہ کرلے۔

اور اسی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان صحابہ کرامؓ پر جنھوں نے اعتکاف کو ترک کیا۔ نکیر نہیں فرمائی۔

جس سے اس بات کو مزید تقویت حاصل ہوگئی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ کا اعتکاف اپنا اپنا انفرادی تھا۔

اسی وجہ سے اگر ایک مسجد میں ایک سے زیادہ افراد اعتکاف کریں تو جائز ہے اور ہر ایک سنت کا ثواب پانے کا مستحق ہے لیکن اس صورت میں بھی ہر ایک کا اعتکاف انفرادی شمار ہوگا۔

اور اس کی ایک دلیل حضرت ابوسعید خدریؓ کی حدیث میں بھی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد میں اعتکاف فرمایا پھر (اسی دوران آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے) لوگوں کو جہراً قراءۃ کرتے ہوئے سنا اور آپ اپنے خیمے میں تھے تو آپ نے پردے کو ہٹایا اور فرمایا کہ تم میں سے ہر ایک اپنے رب سے مناجی (سرگوشی کرنے والا) ہے تو تم میں سے بعض بعض کو ہرگز بھی (بلند آواز کرکے) ایذاء نہ پہنچائیں اور تم میں سے بعض بعض پر بآوازِ بلند قراءۃ ہرگز نہ کریں یا یہ فرمایا کہ نماز میں۔

[مسند احمد، رقم الحدیث:۱۱۸۹۶......ابوداؤد رقم الحدیث:۱۳۳۲]

اس سے معلوم ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اعتکاف میں معمولات انفرادی ہوتے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسرے لوگوں کے لیے بھی بآواز بلند ذکر وقراءت میں اجتماعیت پیدا کرنے کو پسند نہیں فرمایا اور اس کی وجہ یہ بیان فرمائی کہ تم میں سے ہر ایک اپنے رب سے مناجات کرنے والا ہے یعنی وہ اپنے رب سے مخاطب ہوتا ہے نہ کہ دوسروں سے اس لیے اپنے عمل کو دوسروں سے خالص رکھ کر اللہ سے مناجات کرنی چاہیے اور ایک دوسرے کو ایذاء نہیں پہنچانی چاہیے۔

پس جس طرح عام نوافل میں حنفیہ کے نزدیک اجتماعیت پیدا کرنا اور اس کے لیے تداعی اختیار کرنا مکروہ ہے اسی طرح اعتکاف کے لیے بھی مکروہ ہوگی۔

فقط......واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم......محمد رضوان

۲/رجب المرجب ۱۴۳۳ھ بمطابق ۲۴/مئی ۲۰۱۲ء......ادارہ غفران، راولپنڈی پاکستان

مفتی سید عبدالقدوس صاحب ترمذی زید مجدہم:

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بعد الحمد و الصلوٰۃ!

رمضان المبارک کے مہینہ میں مروجہ اجتماعی اعتکاف کی شرعی حیثیت سے متعلق مخدوم العلماء حضرت مولانا محمد صدیق دامت برکاتہم شیخ الحدیث جامعہ خیرالمدارس ملتان کا رسالہ ''ذکر و اعتکاف میں مروجہ بدعات'' بغور دیکھا، مؤلف مدظلہٗ کا موقف کہ: ''مروجہ اجتماعی اعتکاف بدعت ہے'' چونکہ عقلاً اور نقلاً صحیح اور فقہ اور فتاویٰ کے اُصول وقواعد کے عین مطابق ہے، اِس لیے بندہ کو اس سے اتفاق ہے۔ جس عبادت کو شریعت نے کسی خاص ہیئت کے ساتھ مقید نہیں کیا اور اس کے لیے اجتماع کی ترغیب نہیں دی اس کے لیے کوئی خاص طریقہ مقرر کرنا اور اسے شریعت کا حکم سمجھنا احداث فی الدین ہے اور بدعت ہے۔ نفلی عبادت کے لیے تداعی مکروہ ہے، اسی طرح اگر بغیر تداعی کے بھی اجتماع ہوجائے وہ بھی مکروہ ہے، جبکہ مروجہ اعتکاف میں اجتماع کا ہونا لازمی ہے، اسی طرح پورے ماہ کے اعتکاف پر بھی مواظبت کی جاتی ہے۔ سمجھدار لوگ اگرچہ اس اعتکاف کو نفل ہی سمجھتے ہیں مگر عوام اسے بھی سنت سمجھتے ہیں اور جس طرح ضرر لازمی سے بچنا ضروری ہے متعدی ضرر سے بچنا بھی ضروری ہے، اس لیے رمضان المبارک کے مہینہ میں ایک ماہ کے مروجہ اعتکاف سے اجتناب ضروری ہے۔ دلائل کے لیے اصل رسالہ اور حضرت والد ماجد رحمہ اللہ علیہ کا مفصل فتویٰ قابلِ ملاحظہ ہے جو آپ نے آج سے بیس سال قبل پورے رمضان کے نفلی اعتکاف سے متعلق تحریر فرمایا تھا، احقر نے آپ کی یہ تحریر گرامی کتاب ''حیات ترمذی'' میں بھی شائع کر دی ہے۔

حضرت شیخ مدظلہم نے اس موضوع پر قلم اٹھا کر احقاق حق اور ابطالِ باطل کا فریضہ بحسن و خوبی ادا فرمایا ہے، یہ وقت کی اہم ضروری ہے کہ دین کے نام پر ہونے والی نئی نئی رسومات ومحدثات پر نظر رکھی جائے اور بروقت تنبیہ کی جائے۔ اہلِ حق کی یہ ذمہ داری ہے اور حسبِ ارشاد صادق ومصدوق صلی اللہ علیہ وسلم قیامت تک ایک ایسی جماعت رہے گی جو دین میں پیدا کی جانے والی بدعات کا رد بلاخوف لومۃ لائم کرتی رہے گی۔

بہرحال دعا ہے کہ حق تعالیٰ اس سعی جمیل کو مبارک فرمائیں، حسنِ قبولیت سے نوازیں اور

آپ کو بہت بہت جزائے خیر عطاء فرمائیں۔آمین۔

فقط......احقر عبدالقدوس ترمذی غفرلہ

دارالافتاء جامعہ حقانیہ ساہیوال،سرگودھا......۲۰ر محرم الحرام ۱۴۳۴ھ

حضرت مولانا مفتی سید عبدالشکور صاحب ترمذی رحمہ اللہ علیہ کا مفصل فتویٰ:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عزیز محترم مفتی عبدالرؤف صاحب سلمہ وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کا مرسلہ خط ملا اور اس سے پہلے دارالافتاء دارالعلوم کراچی سے جاری ہونے والا ایک فتویٰ بابت اجتماعی ذکر و درود کی مجلس اور پورے ماہ رمضان المبارک کا نفلی اعتکاف جو ہر سال بعض مقامات پر ہو رہا ہے بھی ملا تھا، احقر کے ناقص فہم میں جو کچھ آیا ہے وہ عرض ہے اس پر غور کر لیا جائے۔

(۱)......جس عبادت کو شریعت نے کسی خاص کیفیت و ہیئت کے ساتھ مقید نہیں کیا اور اس کے لیے کسی خاص اہتمام اور اجتماع کی ترغیب نہیں دی اس کے لیے کوئی خاص طریقہ مقرر کرنا اور اس کو شریعت کا حکم سمجھنا یا اس کو اہتمام اور اجتماعی سے اداء کرنا احداث فی الدین اور بدعت میں داخل ہے۔

عن النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال لاتختصوا لیلة الجمعة بقیام من بین اللیالی ولاتختصوا یوم الجمعة بصیام من بین الأیام إلا أن یکون فی صوم یصوم أحدکم .

[مسلم شریف:۱/۳۶۱]

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جمعہ کی فضیلت کی وجہ سے جمعہ کی رات کو نماز وغیرہ کے لیے اور دن کو روزہ کے لیے خاص کرنا منع ہے۔مشہور فقیہ علامہ ابن نجیمؒ لکھتے ہیں: لأن ذکر اللّٰہ إذا قصد بہ التخصیص بوقت دون وقت أو بشئ لم یکن مشروعًا حیث لم یرد بہ المشروع؛ لأنہ خلاف الشرع. [البحرالرائق: ۲/۱۵۹]جب شریعت نے ذکر اللہ کو کسی خاص وقت کے ساتھ یا جہر و اخفاء اور اجتماع و انفراد کسی خاص کیفیت و ہیئت کے ساتھ مخصوص نہیں کیا تو اس کو اپنی طرف سے کسی وقت یا کسی خاص کیفیت کے ساتھ متعین کر دینا غیر مشروع ہوگا کیونکہ اس کے متعلق شریعت میں کوئی تخصیص نہیں آئی لہٰذا وہ خلاف مشروع ہوگا۔فتاویٰ بزازیہ میں جہر بالذکر کا مسئلہ تحریر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

عن فتاوی القاضی أنه حرام لما صح عن ابن مسعود أن أخرجه جماعة من المسجد یهللون ویصلون علی النبی صلی اللّٰه علیه وسلم جهرًا وقال لهم ما أراکم إلا مبتدعین.[شامی:۳۸۰/۵]

حموی میں ہے:

فی فتاویٰ القاضی: الجهر بالذکر حرام وقد صح عن ابن مسعودؓ أنه سمع قومًا اجتمعوا فی مسجد یهللون ویصلون علیه الصلوٰة جهرًا، فراح إلیهم وقال ماعهدوا ذلك علٰی عهده علیه الصلوٰة والسلام، وما أراکم إلا مبتدعین فما زال یذکر ذلك حتی أخرجهم من المسجد. حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ نے اجتماعی ذکر کرنے والوں کو اسی طرح درود شریف پڑھنے والوں کو مبتدع فرمایا اور اس کی وجہ یہ بیان فرمائی کہ: ماعهدوا ذلك علی عهده علیه الصلوٰة والسلام یعنی یہ کیفیت ذکر ودرود شریف پڑھنے کی آپ کے زمانہ مبارک میں نہ تھی، اس احداث ہیئت جدیدہ کی وجہ سے پڑھنے والوں کو مبتدع قرار دیا۔

اس سے واضح ہورہا ہے کہ مسجدوں میں اجتماعی ذکرو درود شریف پڑھنا بدعت ہے۔ چاشت کی نماز صحیح احادیث کے ساتھ متعدد صحابہ کرامؓ نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت کی ہے لیکن آپ کے زمانہ مبارک میں اجتماعی ہیئت سے خاص اہتمام نہیں ہوتا تھا بلکہ کیف ما اتفق جہاں جہاں بھی کوئی ہوتا تھا، وہاں ہی وہ نماز چاشت ادا کرلیتا تھا، جب عبداللہ بن عمرؓ نے لوگوں کو اس نماز کے لیے مسجدوں میں اجتماع اور خاص اہتمام سے دیکھا تو ان کے اس فعل کو بدعت قرار دیا۔

حضرت مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں: میں اور عروہ بن زبیرؓ دونوں مسجد میں داخل ہوئے فاذا عبداللّٰه بن عمر جالس إلی حجرة عائشة والناس یصلون الضحی فی المسجد فسألناه عن صلوٰتهم فقال بدعة.[بخاری شریف:۱۳۸/۱، مسلم:۴۰۰/۱] چنانچہ اس حدیث کی شرح میں حضرت امام نووی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: مراده أن إظهارها فی المسجد والاجتماع لها هو بدعة لا أن أصل صلوٰة الضحی بدعة.

(۱)......نماز تہجد کی فضیلت حدیثوں میں آئی ہے اور یہ بھی ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نمازِ تہجد کو جماعت کے ساتھ پڑھا ہے، لیکن اس کے لیے اجتماع کرنا مکروہ ہے، چنانچہ

حضرت مجدد رحمہ اللہ ایسے ہی لوگوں کی تردید کرتے ہوئے فرماتے ہیں: نماز تہجد والجماعۃ گزارندہ از اطراف وجوانب دراں وقتس مردم از برائے نمازِ تہجد جمع می گردند بجمعیۃ تمام ادا میخانند این عمل مکروہ است بکراہۃ تحریمۃ جمع از فقہاء کہ تداعی شرط کراہۃ داشتہ اند جواز جماعت نفل این قید بناحیہ ساختہ زیادہ درسہ کس رابا اتفاق مکروہ گفتہ اند۔" [مکتوبات حصہ سوم:۱۰]

(۲) ...... نفلی عبادت کے لیے تداعی اور اہتمام سے ان کی دعوت دینا مکروہ ہے اور مواظبتِ فعلی بھی تداعی میں داخل ہے،اس طرح اجتماعی اعتکاف بھی بغیر تداعی کے مکروہ ہے۔

وفی الإمداد ویحصل القیام بالصلوٰۃ نفلا فرادی من غیر عدد مخصوص وبقرأۃ القرآن والأحادیث سماعها الخ. أشار بقوله فرادی أی ما ذکره بعد ما فی متنه من قوله ویکره الاجتماع علی إحیاء لیلة من هذه اللیالی فی المساجد وتمامه فی شرحه وصرح بکراهة ذلك فی الحاوی القدس، وقال ماروی من الصلوات فی هذه الأوقات یصلی فرادی غیر التراویح، قال فی البحر: ومن هنا یعلم کراهته الاجتماع علی صلوٰۃ الرغائب التی تفعل فی رجب فی أول جمعة منه.[شامی:۶۴۲/۱]

ویمکن أن یقال الظاهر إن الجماعة فیه غیر مستحبة ثم إن کان ذلك أحیانا کما فعل عمر کان مباحًا غیر مکروه وإن کان علی سبیل المواظبة کان بدعة مکروهة؛ لأنه خلاف المتوارث وعلیه یحمل ما ذکره القدوری فی مختصره وما ذکر فی غیر مختصره یحمل علی الأول اه. قلت ویؤیده أیضًا ما فی البدائع من قوله إن الجماعة فی التطوع لیست بسنة إلا فی قیام رمضان اه. فإن نفی السنة یستلزم الکراهة نعم! إن کان مع المواظبة کان بدعة مکروهة.[شامی:۶۶۲/۱] وتر حالانکہ من وجہ نفل ہیں پھر بھی ان کی جماعت علی سبیل المواظبۃ بدعت اور مکروہ ہے، حالانکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے وتر کی جماعت ثابت ہے۔

درمختار کے قول علی سبیل التداعی بأن یقتدی أربعة بواحدة کما فی الدرر. پھر مغرب سے تداعی کی یہ تعریف لکھی ہے: هو أن یدعوا بعضهم بعضا کما فی المغرب وفسره الوافی بالکثرة وهو لازم معناه.[شامی:۶۶۴/۱]

معلوم ہوا کہ بعض کا بعض کو دعوت دینا تو تداعی کے حقیقی معنیٰ ہیں اور بغیر بلائے مجمع کثیر بھی

اس تداعی میں داخل اوراس کے لازمی معنیٰ ہیں،اس پربھی کراہت کاحکم لگایا جائے گا۔جب کہ درمختار میں اوپرتصریح کی گئی ہے کہ چارافراد کی اقتداءمکروہ ہے اورتداعی ہے۔اس وجہ سے اگرایک دونے جماعت شروع کی بعدمیں زیادہ آدمی آگئےتواب بعدمیں آنے والوں پرکراہت ہوگی بقي لو اقتدى بـه واحـد أو اثـنـان ثم جاء ت جماعة اقتدوا به قال الرحمتي ينبغي أن تكون الكراهة على المتاخرين.[شامی ایضًا]

تداعی کے معنیٰ صرف دعوت دینے کےنہیں کثرت سے بھی تداعی ہوجاتی ہے اوراعلان وغیرہ جس سے کثرت ہوتی ہوسب تداعی میں داخل ہیں۔ہرسال پورے ماہ مبارک کےنفلی اعتکاف میں کئی مفاسداوپرکی عبارات کوملحوظ رکھ کرعرض ہیں کہ:ہرسال مواظبت کرنامکروہ ہے،پھراس کااعلان ماہناموں وغیرہ میں ہوتاہے،یہ بھی تداعی ہےاورمکروہ ہے،عوام اس کااجتماع اہتمام سےکرنے لگے ہیں،شایدآگےچل کرالتزام مالایلتزم میں داخل ہوجائے،فہمیدہ وسمجھدارلوگ اس کونفل ہی سمجھتے ہیں مگر عوام اس کوبھی سنت ہی سمجھیں گےاورجس طرح ضررلازمی سے بچناضروری ہے متعدی ضررسے بھی اجتناب ضروری ہے۔اگرنبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک مرتبہ پورے ماہ مبارک کااعتکاف ثابت بھی ہوتوپھربھی اس کوسنت قراردینااوراس پرمواظبت کاعمل کرنامکروہ ہوگا جیسا کہ غیررمضان میں وتر کی جماعت کابیان اوپرگزرچکاہے۔لیلۃ القدرکی تلاش کےلیےاگرحضورصلی اللہ علیہ وسلم نےہرعشرہ کا الگ اعتکاف کیاہوتویہ صورتِ متنازعہ سےغیرمتعلق ہوگاکہ اس میں پورے ماہ مبارک کامسلسل اعتکاف کیاجاتاہے۔

پھربڑامفسدہ یہ پیش آرہاہےکہ نفل اعتکاف سہولتوں (مثلاً بغیرضرورت مسجد سے نکلنا وغیرہ) سےسنت اعتکاف کرنے والےبھی مستفیدہونے لگتےہیں اورعوام میں یہ امتیازمشکل ہوتاہے کہ اس اعتکاف کااتناحصہ سنت ہےاوراتناحصہ نفل،دونوں کےاحکام مختلف ہیں خصوصاًپورےمہینہ کا اعتکاف نفلی ہی کرلیاگیاہوتوسنت اعتکاف کرنےوالوں کوعشرہ اخیرہ میں بڑااخلجان ہوگاکہ اس میں یہ نفلی اعتکاف کرنےوالےآزادنہ چلتےپھرتےہیں اورٹیلی فون وغیرہ بھی مسجدسےباہرجاکراستعمال کرتےہیں اورشوال کی چاندرات سےپہلےہی وہ دوسری جگہ کاسفربھی اختیارکرلیتےہیں اس سےیقیناً خلجان ہوگااوربھی اس قسم کےاستفتاءآئے۔

پھراس میں ایک بڑا مفسدہ یہ ہے کہ عشرہ اخیرہ کے سنت اعتکاف کوترک کر کے پورے مہینہ کے نفلی اعتکاف کواختیار کرلیا گیاہے جونفل کی سنت پر عملاً ترجیح ہے جوکسی طرح بھی بغیر کسی خاص وجہ کے شرعاً پسندیدہ نہیں ہے۔

ایسے مفاسد کے ہوتے ہوئے اس مسئولہ صورت کے جواز پرفتویٰ دینا سمجھ میں نہیں آتا،یہ تداعی اوراعلان ہی نفلی عبادت کے لیےاس کے منع کرنے کے لیے کافی ہیں،کوئی اورمفسدہ ہو یانہ ہو احقر کےنزدیک توکسی بزرگ کے انتقال پرمدارس میں اجتماعی قرآن خوانی بھی اس ذیل میں آتی ہے، اگرانتقال کےاعلان سے ہواوراگر پہلے سے کسی اوروجہ سے جمع ہیں تو پھر بھی بہتر یہی ہے کہ علیحدہ علیحدہ ہوکرقرآن کریم کی تلاوت کریں تاکہ دیکھنے والوں کواجتماع للقراۃ کا شبہ نہ ہو،لیکن اس صورت میں چونکہ اجتماع للقرأۃ نہیں ہے،اس لیے گنجائش معلوم ہوتی ہے،ترغیب کے لیےتواجتماع لازم نہیں آتا۔ اس ذکرودرودشریف کے پڑھنے میں اگراجتماع ہوتاہےتواس کاحکم پہلےگزرچکااوراچھی طرح واضح ہو چکا کہ یہ مکروہ اوربدعت ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعودرضی اللہ عنہ نے اجتماعی ذکرکرنے والوں اوردرودشریف پڑھنے والوں کومبتدع فرمایااورہیئت جدیدہ میں دونوں موجود ہیں تواس سے جواز کیسے ثابت ہوسکتاہے؟اور حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ کے ذکرکی تاکیدفرمانے سے اجتماعی ذکرکاثبوت تولازم نہیں آتا، انفراداًذکراللہ کی کثرت بتلائی جائےتوبھی مقصودحاصل ہے،جیساکہ مظاہرعلوم سہارنپوراورخانقاہ تھانہ بھون میں عمل تھا،یہی طرزخانقاہ رائےپورکارہاہے،ان خانقاہوں میں اجتماعی نہیں بلکہ انفرادی ذکرکی ہمیشہ بکثرت تلقین ہوتی رہی اوراس پرعمل رہااورمشائخ کےبعض طرق میں جوذکربالجہرمروج ہے یاتو شاذلیہ طریقہ میں اجتماعی ذکرمروج ہے،وہ بطورعلاج ہے وہ سنت نہیں ہےاوراس کوسنت سمجھنابدعت ہے۔

جب اس طریقہ پرذکرسے پہلےفضائل ذکرکابیان ہوگااس کے بعداس طریقہ پرذکرہوگاتو لازماًسامعین اس ذکرکوان فضائل کامورد سمجھیں گےاورحقیقت یہ ہے کہ اس طریقہ پرذکرسنت نہیں ہوگا بلکہ کسی شیخ کاتجویزکردہ علاج ہے،اس مغالطہ سے بچاناضروری ہےاورچونکہ یہ طریقہ ہمارےاکابر مذکورہ کےموافق نہیں اورنہ ہی یہ سنت ہےاگرچہ بعض سلسلوں میں رواج پذیرہےلیکن چونکہ اس میں

سنت ہونے کا مغالطہ بھی ہوتا ہے اس لئے قابلِ ترک ہے انفرادی طور پر ذکر اللہ کی خوب تلقین کی جائے اور حسب فرصت اس کی تعلیم دی جانی چاہئے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی اتباع اور اپنے اکابر کی اتباع کی توفیق عنایت فرمائیں۔ آمین۔

ان ارید الاالاصلاح ما استطعت وماتوفیقی الا باللّٰہ علیه توکلت والیه انیب.

کتبه الاحقر الا فقر الی الله الغنی السید عبدالشکور ترمذی خادم الطلبه فی المدرسة الحقانیة

بساہیوال من مضافات سرگودھا

المرقوم ۲۶/جمادی الاولیٰ ۱۴۳۱ھ

مفتی محمد شفیع صاحب مرحوم کا ایک ملفوظ:

بندہ محمد عنایت الکریم مدرس جامعہ دارالعلوم رحیمیہ ملتان عرض کرتا ہے کہ بندہ کو ۱۴۲۶ھ کے رمضان شریف کے آخری عشرہ کے اعتکاف کی سعادت جامعہ دارالعلوم کراچی میں ہوئی۔ ۲۵/ رمضان المبارک کی شب تکمیل قرآن شریف کے موقع پر صرف شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہم کا مختصر بیان ہوا جس کو بندہ نے اسی وقت قلمبند کرلیا تھا، حضرت نے بیان میں اپنے عظیم المرتبت والد گرامی مفتی اعظم پاکستان حضرت مفتی محمد شفیع صاحب قدس سرہٗ کا ملفوظ سنایا اس ملفوظ پر مشتمل حضرت کے بیان کا اقتباس درج ذیل ہے۔ حضرت فرماتے ہیں:

"اس وقت لمبا چوڑا بیان یا خطاب کرنے کا ارادہ نہیں ہے، اس لیے کہ یہ رمضان شریف کے آخری عشرہ کی طاق رات ہے، اس کے بارے میں والد ماجد حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب قدس اللہ تعالیٰ سرہٗ فرمایا کرتے تھے کہ: "یہ راتیں اجتماع کرنے کی نہیں ہیں، مجلس جمانے کی نہیں ہیں، بلکہ یہ تو خلوت میں گوشۂ تنہائی میں اپنے مولیٰ سے رابطہ قائم کرنے کی ہیں، چپکے چپکے ان کے سامنے رونے دھونے کی ہیں۔"

مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم کا ایک ملفوظ:

حضرت فرماتے ہیں:

"نفلی عبادت کا تو یہ حاصل ہے کہ وہ ہو (یعنی بندہ) اور اس کا پروردگار ہو، کوئی تیسرا شخص درمیان میں حائل نہ ہو، اللہ تعالیٰ یہ چاہتے ہیں کہ میرا بندہ براہِ راست مجھ سے تعلق قائم کرے، اس لیے

نفلی عبادتوں میں جماعت اور اجتماع کو مکروہ قرار دے دیا اور یہ حکم دے دیا کہ اکیلے آؤ اور خلوت میں آؤ! اور ہم سے براہِ راست رابطہ قائم کرو، یہ خلوت اور تنہائی کتنا بڑا انعام ہے؟ ذرا غور کرو! بندے کو کتنے بڑے انعام سے نوازا جا رہا ہے کہ خلوت وتنہائی میں ہمارے پاس آؤ، بادشاہ کا ایک عام دربار ہوتا ہے اسی طرح جماعت کی نماز اللہ تعالیٰ کا عام دربار ہے۔ دوسرا خاص دربار ہوتا ہے جو خلوت اور تنہائی کا ہوتا ہے، یہ اللہ تعالیٰ کا انعام ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ جب تم ہمارے عام دربار میں حاضری دیتے ہو تو اب ہم تمہیں خلوت اور تنہائی کا موقع بھی دیتے ہیں، اب اگر کوئی شخص اس تنہائی کے موقع کو جلوت میں تبدیل کر دے اور جماعت بنا دے تو ایسا شخص اس خاص دربار کی نعمت کی ناقدری کر رہا ہے، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ تو یہ فرما رہے ہیں کہ: تم تنہائی میں آؤ، ہم سے مناجات کرو، ہم تمہیں تنہائی میں نوازیں گے، لیکن تم ایک جمع غفیر اکٹھا کر کے لے جا رہے ہو۔ مثلاً: کوئی بادشاہ ہے، تم اس سے ملاقات کے لیے دربار میں گئے، وہ بادشاہ تم سے یہ کہے کہ آج رات ۹ ربجے تنہائی میں میرے پاس آ جانا تم سے کوئی پرائیویٹ بات کرنی ہے، جب رات کے ۹ ربجے تو آپ نے دوستوں کا جمگھٹا اکٹھا کر لیا اور سب دوستوں کو لے کر بادشاہ کے دربار میں حاضر ہو گئے، بتایئے! کہ آپ نے بادشاہ کی قدر کی یا ناقدری کی؟ اس نے تو تمہیں یہ موقع دیا تھا کہ تم تنہائی میں میرے پاس آؤ تم سے تنہائی میں باتیں کرنی ہیں، تمہیں خلوت میں خاص ملاقات کا موقع دینا تھا اور اپنے ساتھ رابطہ وتعلق استوار کرنا تھا اور تم ایک پوری جماعت بنا کر اس کے پاس لے گئے، تو یہ تم نے اس کی ناقدری کی۔

اس لیے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ نفلی عبادات کی اس طرح ناقدری نہ کرو۔ نفلی عبادت کی قدر یہ ہے کہ تم ہو اور تمہارا اللہ ہو، تیسرا کوئی نہ ہو، لہٰذا نفلی عبادات جتنی بھی ہیں ان سب کے اندر یہ اصول بیان فرما دیا کہ تنہائی میں اکیلے عبادت کرو۔

[اصلاحی خطبات: ۴/۲۶۷۔۲۶۸، مطبوعہ کتب خانہ نعیمیہ دیوبند]

حضرت مولانا مفتی عبدالواحد صاحب دامت برکاتہم، لاہور:

بخدمت جناب حضرت مولانا محمد صدیق صاحب مدظلہٗ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ ! مزاجِ گرامی!

بندہ نے یہ کتابچہ پورا پڑھا ہے، بدعت کی معرفت کے اُصول، تداعی کے ساتھ ذکر کی مجالس

منعقد کرنا، مروجہ مجالس ذکر کا حکم، اجتماعی اعتکاف وغیرہ کے عنوان سے جو کچھ آپ نے تحریر فرمایا ہے اس سے مکمل اتفاق ہے۔ فقط والسلام علیکم۔

مفتی عبدالحکیم صاحب دامت برکاتہم۔مفتی جامعہ خیرالمدارس ملتان:

بسم اللہ الرحمن الرحیم

استادِ محترم حضرت مولانا محمد صدیق صاحب دامت برکاتہم شیخ الحدیث جامعہ خیرالمدارس ملتان کا تحریر فرمودہ رسالہ ''ذکر واعتکاف میں مروجہ بدعات'' شروع سے آخر تک پڑھا حضرت نے اس موضوع پر مدلل ومفصل مواد جمع فرمادیا ہے۔

شروع میں اعتکاف کی حقیقت کے دلائل جمع فرمائے پھر اجتماعی اعتکاف اور مجمع اعتکاف میں بڑا باریک فرق بیان فرمایا، اس کے بعد اکابرین علماء دیوبند حضرت حاجی امداداللہ مہاجر مکی رحمہ اللہ سے لے کر حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب نوراللہ تعالیٰ مرقدہٗ کے معمولات کو ذکر فرمایا۔ان اکابرین کے معمولات سے کہیں بھی مروجہ اعتکاف کی تائید نہیں ہوتی۔ ہمارے لیے سب سے بڑی دلیل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور خیر القرون کا عمل ہے۔ دورِ خیر القرون میں بھی مروجہ اجتماعی اعتکاف کی کوئی نظیر نہیں ملتی۔

آخر میں مستند مفتیان کرام کے فتاویٰ جات کو جمع فرمایا خصوصاً حضرت مفتی عبدالشکور ترمذی رحمہ اللہ کے مفصل فتویٰ نے اس رسالہ کو چار چاند لگا دیئے ہیں۔ بندہ حضرت کی اس تحقیق سے مکمل اتفاق کرتا ہے اور دعا کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس رسالہ کو مفید خاص وعام بنائے۔ہم سب کو بدعات سے اجتناب کرنے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں پر عمل کرنے کی توفیق عطاء فرمائے۔آمین ثم آمین۔واللہ الموفق بالصواب۔

بندہ عبدالحکیم عفی عنہ......دارالافتاء جامعہ خیرالمدارس ملتان۔......۵/۷/۱۴۳۴ھ

حضرت مولانا مفتی مختاراللہ صاحب دامت برکاتہم [جامعہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک]:

باسمہ تعالیٰ

قربِ الٰہی کے لیے جو عبادات مشروع ہو چکی ہیں ان میں بعض اجتماعی ہیں اور بعض انفرادی، انفرادی عبادات کو اجتماعی قرار دینا ایک گونا احداث فی الدین ہے اور احداث فی الدین سے

شریعت مقدسہ نے منع فرمایا ہے۔لہٰذا اعتکاف بھی انفرادی عبادات کے قبیل سے ہے،اس کو اجتماعی شکل دینا اور اجتماعی طور پر اس کا اہتمام کرنا احداث فی الدین کے زمرے میں آئے گا جس سے اجتناب کرنا لازمی ہے،بقیۃ السلف شیخ الحدیث حضرت العلامہ مولانا محمد صدیق صاحب مدظلہٗ شیخ الحدیث جامعہ خیر المدارس ملتان نے اپنی اس جوہر پارے میں مدلل وضاحت فرمائی ہے۔بندہ ناچیز مختاراللہ حقانی بھی حضرت اقدس زید مجدہم کی اس رائے کی تائید وتصویب کرتا ہے۔واللہ اعلم وعلمہ اتم.

مختاراللہ،جامعہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

حالاً مقیم جامعہ خیر المدارس ملتان......۱۶رشعبان المعظم۱۴۳۴ھ

خاتمہ...... بدعت سے بچنے کے لیے ایک ضابطہ

حضور ﷺ نے فرمایا:

الحلال بیّن والحرام بیّن وبینهما مشتبهات لا یعلمها کثیر من الناس فمن اتقیٰ الشبهات استبراء لدینه و عرضه فمن وقع فی الشبهات وقع فی الحرام کالمراعی حول الحمیٰ یوشک أن یرتع فیه. [بخاری شریف:۱۳......بن ماجہ شریف:۲۹۶] حلال بھی واضح ہے اور حرام بھی واضح ہے ان دونوں کے درمیان کچھ چیزیں مشتبہ ہیں ان کو بہت سے لوگ نہیں جانتے جو شخص مشتبہات سے بچا اس نے اپنا دین اور عزت بچالی اور جو مشتبہات میں پڑا گویا وہ حرام میں پڑا جیسے چراگاہ کے اردگرد جانوروں کو چرانے والا قریب ہے کہ چراگاہ میں جا پڑے۔

حضرت معاذ بن جبلؓ کو آنحضرت ﷺ نے یمن کا نگران بنا کر بھیجا تو ارشاد فرمایا:

لا تقضین ولا تفصلن إلا بما تعلم وإن أشکل علیک أمر فقف حتیٰ تبینه أو تکتب إلیّ فیه. [ابن ماجہ شریف:٦] کوئی فیصلہ، کوئی حکم بغیر علم کے صادر نہ کرنا اگر کسی چیز میں اشکال گزرے تو توقف کرنا حتیٰ کہ اچھی طرح روشن پالو یا میری طرف خط لکھو!

حضرت عطیہ السعدیؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

لا یبلغ العبد أن یکون من المتقین حتیٰ یدع مالابأس به حذرًا لما به بأس. [ترمذی، ابن ماجہ، مشکوٰۃ شریف:۲۴۲/۱] بندہ پرہیزگاروں کے رتبہ کو نہیں پہنچ سکتا تاوقتیکہ وہ چیزیں نہ چھوڑ دے جن میں کوئی وجہ نہیں، اس لیے کہ وہ ذریعہ بنتی ہیں ایسی چیزوں کا جن میں حرج ہے۔

وابصہ بن معبدؓ آنحضرت ﷺ سے روایت کرتے ہیں:

والإثم ما حاک فی صدرک وتردد فی الصدر وإن افتاک الناس. [رواہ احمد والدارمی، مشکوٰۃ شریف:۲۴۲/۱] گناہ وہ ہے جو تیرے جی میں کھٹکے اور تیرے دل میں تردد واقع ہو اگرچہ لوگ فتویٰ بھی دے دیں۔

ان دلائل سے واضح ہوا کہ جولوگ سنت اور بدعت کی واضح حقیقت کونہیں پہچان سکتے ان کے لیے صحیح راستہ صرف یہی ہے کہ مشکوک اور مشتبہ کام چھوڑ دیں، مثلاً اگر کسی چیز میں شبہ ہوکہ بدعت ہے یا سنت اسی طرح کسی چیز میں شبہ ہوکہ بدعت ہے یا مستحب، اسی طرح کسی چیز میں شبہ ہوکہ بدعت ہے یا مباح تو ایسی سنت، مستحب یا مباح کام جس میں بدعت کا شبہ ہو اس کو چھوڑنا لازم ہے تاکہ بدعت سے بچ سکے۔

امام بخاریؒ نے کتاب البیوع [۱/۲۷۵] بخاری شریف باب تفسیر المشبہات میں دع مـــا یـریبك الیٰ مالا یریبك نقل کرکے چند احادیث نقل کی ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ اجتناب کے بھی مراتب ہیں بعض امور سے اجتناب واجب بعض سے مستحب ہے۔

۱......عقبہ بن حارثؓ نے ایک عورت سے نکاح کیا، ایک دوسری عورت نے کہا کہ: میں نے ان دونوں کو دودھ پلایا ہے، تو حضور ﷺ نے تفریق کا حکم دے دیا۔ حالانکہ نصابِ شہادت تام نہ تھا۔

۲......عبد بن زمعہ اور عتبہ بن وقاص نے زمعہ کی لونڈی کے بیٹے کے معاملہ میں دعویٰ دار ہوکہ حضور ﷺ کے پاس معاملہ لے گئے تو حضور ﷺ نے بیٹا عبد بن زمعہ کو دلا دیا اور سودہ بنتِ زمعہ کو پردے کا حکم دے دیا۔

۳......شکار کا حکم جس پر کتا بسم اللہ پڑھ کر چھوڑا ہو اور اس کے ساتھ دوسرا کتا بھی شامل ہوگیا ہو تو حضور ﷺ نے اس کے کھانے سے منع کردیا۔

۴......آنخضرت ﷺ ایک گری ہوئی کھجور پر سے گزرے تو فرمایا کہ اگر صدقہ کی ہونے کا شبہ نہ ہوتا تو کھالیتا۔

......لیکن جو شبہ کسی دلیل پر مبنی نہ ہو اس کا ترک ضروری نہیں۔

......صاحب پندنامہ نے بھی اس کی تشریح کی ہے، فرمایا: چیست تقویٰ ترک شبہات وحرام۔

......فقہاءؒ نے بھی تصریح کی ہے مشتبہ چیز کو ترک کرنا ضروری ہے۔

إذا تـردد الـحـكـم فـي شـئ بيـن كـونه سنة وبدعة فتركه لازم. جب کوئی حکم سنت اور بدعت کے درمیان دائر ہو، اُس کا ترک ہی ضروری ہے۔

اور فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

ومـاتردد بين البدعة والسنة يترك[۱/۱۷۹،طبع مصر] جو چیز سنت اور بدعت کے درمیان دائر ہو وہ چھوڑی جائے گی۔

علامہ شامیؒ لکھتے ہیں:

إذاتـردد الـحـكـم بيـن سـنة وبـدعة كـان تـرك السـنة راجعا على فعل البدعة.

[۱/۶۰۰] جب کوئی حکم سنت اور بدعت کے درمیان دائر ہو تو سنت کا ترک کرنا فعل بدعت پر مقدم ہوگا۔

قاضی ابراہیم صاحب الحنفیؒ فرماتے ہیں:

''جس کام کے بدعت اور سنت ہونے میں شبہ ہو اس کو چھوڑ دے کیونکہ بدعت کا چھوڑنا ضروری ہے اور سنت کا ادا کرنا ضروری نہیں۔[نفائس الازہار ترجمہ مجالس الابرار:۱۲۹]

شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ لکھتے ہیں:

''وہر چہ دراں شبہ باشد توقف دراں لازم باشد۔ور ہر وہ چیز جس میں شبہ ہو اس میں توقف لازمی ہے۔''[مکتوبات حضرت شیخ برحاشیہ اخبارالخیار:۱۰۰]

اس بناء پر عرض ہے کہ عید کے بعد دعا۔اجتماعی اعتکاف۔تداعی کے ساتھ ذکر کرنا ان سب کے بدعت اور مباح کے درمیان تردد ہے، جب کسی چیز کے بدعت اور سنت ہونے میں تردد ہو تو اس چیز کا چھوڑنا لازم ہے تو بدعت اور مباح کے درمیان تردد کے وقت مباح کام کا چھوڑنا بدرجہ اولیٰ لازم ہے۔

فقط......والسلام......بندہ محمد صدیق غفرلہ

خادم الحدیث جامعہ خیرالمدارس ملتان پاکستان

یکم رجب المرجب ۱۴۳۳ھ

اجتماعی اعتکاف بدعت ہے

تصدیق کنندگان کے اسمائے گرامی

......حضرت مولانا علامہ خالد محمود صاحب دامت برکاتہم۔ پی ایچ ڈی لندن

......مفتی اصغر علی صاحب دامت برکاتہم، دارالعلوم کراچی

......مفتی عبدالرؤف سکھروی دامت برکاتہم، دارالعلوم کراچی

(انہوں نے مشروط تائید فرمائی ہے۔)

......مفتی محمد عیسیٰ صاحب دامت برکاتہم، جامعہ فتاح العلوم گوجرانولہ

......مفتی محمد اسحٰق صاحب رحمۃ اللہ علیہ، مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

......مفتی محمد انور اوکاڑی صاحب دامت برکاتہم، رئیس شعبہ الدعوۃ والارشاد جامعہ خیر المدارس ملتان

......مفتی واجد حسین صاحب دامت برکاتہم، جامعہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ

......مفتی محمد رضوان صاحب دامت برکاتہم، راولپنڈی

......حضرت مولانا مفتی عبدالواحد صاحب دامت برکاتہم، لاہور

......مفتی سید عبدالقدوس صاحب ترمذی دامت برکاتہم، دارالافتاء جامعہ حقانیہ ساہیوال

......فتویٰ حضرت مفتی سید عبدالشکور صاحب ترمذی رحمۃ اللہ علیہ

......مفتی عبدالحکیم صاحب دامت برکاتہم، مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

......مفتی مختار اللہ صاحب دامت برکاتہم، جامعہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

☆......☆......☆......☆

مروجہ مجالس ذکر

اور

برکۃ العصر، شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا رحمہ اللہ

صفحات: ۲۴......مرتب: خادم اہل سنت عبدالرحیم چاریاری غفرلہ

عنوانات

ناشر: جامعہ حنفیہ،امدادٹاؤن،شیخوپورہ روڈ،فیصل آباد 0307-5687800